(۸)
دم بدم بھرتے ہیں ٹھنڈی سانس بیدل کی طرح
نالہ و فریاد ہے ہر آن گھائل کی طرح
سر پٹکنا اور تڑپنا رات دن دل کی طرح
خاک خوں میں لوٹتے ہیں اب تو بسمل کی طرح
چھوٹ جاویں غم کے ہاتھوں سے جو نکلے دم کہیں
خاک ایسی زندگی جو تم کہیں اور ہم کہیں

(۹)
اب جو اپنے حال پر ہم خوب کرتے ہیں نگاہ
ہر گھڑی مثلِ نظیر اس غم سے ہے حالت تباہ
ہے جو کچھ ظلم و ستم ہم پر کہیں کیا تم سے آہ!
بن موئے اب تو نظر آتا نہیں ہرگز نباہ
چھوٹ جاویں غم کے ہاتھوں سے جو نکلے دم کہیں
خاک ایسی زندگی جو تم کہیں اور ہم کہیں

نظم نمبر ۱۵۸

(۱)
چمن میں دن کو جو اک دو قدم وہ چلتے ہیں
تو پھول آنکھوں سے تلوے انھوں کے ملتے ہیں
خوشی سے غنچے بھی ہر شاخ پر اچھلتے ہیں
وہ چاندنی میں جو ٹک سیر کو نکلتے ہیں
تو مہ کے طشت میں گھی کے چراغ جلتے ہیں

(۲)
سحر کے نورِ تجلّی کے انتخاب کو دیکھ
اور اپنے پھیکے سے چہرے کی آب و تاب کو دیکھ
ہزار رشک سے عشرت کے پیچ تاب کو دیکھ
چراغِ صبح یہ کہتا ہے آفتاب کو دیکھ
یہ بزم تم کو مبارک ہو، ہم تو چلتے ہیں

(۳)
جہاں تلک ہیں یہ بیدرد خوبرو دلبر
سب اپنے چاہنے والوں کا کاٹتے ہیں سر
غرض یہ ظلم تو دیکھا کیے ہیں ہم اکثر
فدا جو دل سے ہیں ان شوخ سبز رنگوں پر
یہ کافر ان کی ہی چھاتی پہ مونگ دلتے ہیں
بھی

(۴)
گلی میں یار کی میں آہ کس طرح جاؤں
نہیں ہے اتنی بھی طاقت جو اک قدم کو رکھوں
نہ تن میں خون ہے باقی، نہ اب رگوں میں خوں
ہوا ہوں خشک یہاں تک کہ حضرتِ مجنوں
یہ مجھ سے کہتے ہیں اور اپنے ہاتھ ملتے ہیں

(۵)
ہمارے تُم تو ہو ہمرنگِ ظاہر و باطن
یہ التجا ہی ہماری کہ خوش ہو آج کے دن
اُٹھائے تم نے بھی غم روزِ عشق کے گِن گِن
کوئی تو بگڑی بدلتا ہی یار سے، لیکن

میاں نظیرؔ ہم اب تُم سے تن بدلتے ہیں

نظم نمبر ۱۵۹ دل بری

(۱)
ہی دام بچھا اُس کی زُلفوں کے ہر اک بل میں
سر پانوں سے شوخی ہی اُس چُلبلی چنچل میں
جادو ہی نگاہوں میں اور سحر ہی کاجل میں
چتوں کی لگاوٹ نے اک آن کی چھل بل میں

پلکوں کی جھپک دکھلا دل چھل لیا اک پل میں

(۲)
کرنے سے خبرداری ہر گز نہ ہوا لاہا[۱]
اُس شوخِ ستمگر نے غمزے سے جو نہیں چاہا
اور اک کے سینے کو عیّار نے لے راہا
کی یارو، یہ کچھ پھرتی کیا کہیے اہاہا!

پلکوں کی جھپک دکھلا دل چھل لیا اک پل میں

(۳)
کیا پیش چلے اُس سے یوں ناز بھرا جو ہو
یہ گھات، یہ چنچل پن کب یا و پری کو ہو
کس طور سرک جاتے ہونا ہی جو کچھ سو ہو
اس ڈھب سے کے تئیں، یارو، دیکھو تو اہو ہو ہو!

پلکوں کی جھپک دکھلا دل چھل لیا اک پل میں

(۴)
ہنس ہنس کے لگا جس دم وہ ناز و ادا کرنے
ہر آن لگی اُس کے سو مکر سے دم بھرنے
جی اُس کی لگاوٹ سے ہر لحظہ لگا ڈرنے
کیا کام کیا یارو اُس شوخِ ستم گر نے

پلکوں کی جھپک دکھلا دل چھل لیا اک پل میں

(۵)
ڈرتے تھے بہت ہم تو اُس شوخ لڑاکے سے
آیا جو ادھر پھر تا عیّارہ لپاکے سے
اور خوف میں تھے اُس کے ڈھب آن و ادا کے سے
نظروں کے ملاتے ہی چنچل نے چھپاکے سے

پلکوں کی جھپک دکھلا دل چھل لیا اک پل میں

(۶)
رکھتے تھے بہت ہم تو ہر آن کی ہُشیاری
آج اُس بتِ پُرفن نے آکر بطرح داری
خوباں سے نہ ملتے تھے تو ہو نہ گرفتاری
جُل دے کے ہمیں چُپ چھپ کی کچھ یہ فسوں کاری

[۱] لاہا: فائدہ۔

پلکوں کی جھپک دکھلا دل چھل لیا اک پل میں

(۷) سمجھے تھے اُسے ہم تو محبوب یہ بھولا ہی — جو مکر ہی اور فن ہی ہر گز نہیں آتا ہی
یہ بات نہ سمجھے تھے جو سحر کا نقشا ہی — کیا کہیے نظیر آگے یہ زور تماشا ہی

پلکوں کی جھپک دکھلا دل چھل لیا اک پل میں

نظم نمبر ۱۶۲

جوگی

(۱) صفحۂ رُخ پہ ترے خُوبیِ خط کی ہی پھبن — ہی سُویدا ترے عاشق کا ترا خالِ ذقن
رشکِ گُل دستِ حنائی کو کہے دیکھ چمن — ہور قم کس قلمِ شوق سے ای غُنچہ دہن

اشتیاقے کہ بہ دیدار تو دارد دلِ من

(۲) اب جو مل جائے کہیں وہ تو یہ ہم اُس سے کہیں — کب تلک دردِ جدائی کو بھلا تیرے سہیں
اتنا بھی بس نہیں، ای یار! کہ ہم مرہی رہیں — دُور جس دن سے ہوا تجھ چمنِ حسن سے میں[۱]

نہ مجھے باغ خوش آتا ہی، نہ گلشن، نہ چمن

(۳) بیدِ مجنوں ہیں کہ ہیں تاک، پریشاں خاطر — یا ہیں خاکسترِ خاشاک، پریشاں خاطر
ہم غرض ایسے ہیں غم ناک پریشاں خاطر — چشم نم ناک، جگر چاک، پریشاں خاطر

چاک پر چاک گریباں سے لگا تا دامن

(۴) جور اور ظلم سے اُس کے نہ کبھی گھبرانا — نہ کبھی شکوۂ بیداد زباں پر لانا
کام ہر گز نہ کسی سے، نہیں آنا جانا — کوئی کچھ پوچھے، تو مُنھ دیکھ کے چُپ رہ جانا

نہ تکلّم، نہ اشارت، نہ حکایت، نہ سخن

[۱] میں کا قافیہ کہیں۔ سہیں کے ساتھ کسی قدر رکیک ہی۔ اور قدیم تلفّظ کو ظاہر کرتا ہی۔ چوں کہ ہر قافیے میں ہیں کا التزام ہی عجب نہیں کہ نظیر نے یوں لکھا ہو: دور جس دن سے ہوئے تجھ چمنِ حُسن سے ہیں۔ نہ نہیں باغ الخ۔ اس طور پر اختلافِ ضمیر کا عیب بھی مٹ جاتا ہی۔

(۵)
یاد اُس شوخ کی کیا کیا ہی ستم لاتی ہے
جان بے چینی سے تن میں مرے گھبراتی ہے
آہ کرتا ہوں تو بجلی سی نکل آتی ہے
جب میں روتا ہوں تو آنکھوں سے برس جاتی ہے

کبھی ساون کی جھڑی، اور کبھی بھادوں کی بھرن

(۶)
دشت اور کوہ میں وحشی سا پڑا پھرتا ہوں
برق کی طرح سے بے تاب سدا پھرتا ہوں
میں غرض تجھ سے صنم جب سے جُدا پھرتا ہوں
رات دن ہجر میں جوگی سا بنا پھرتا ہوں

بے قراری سے ترے نام کی جپتا سُمرن

(۷)
جور اور ظلم مرے دل نے ہزاروں ہی سہے
شکوۂ جور بھلا تیرا کہاں تک نہ کرے
اب تو یہ حال ہوا ہجر میں، ای یار مرے
دوش پر بارِ الم، کانوں میں غم کے مندرے[1]

اشکوں کے تار گلے میں پڑے سیلی کے نمن[2]

(۸)
عشق میں جوگی ہوئے جب سے ہمیں بھائی بھبوت
بیٹھے در پر ترے اور گرد ہی پھیلائی بھبوت
دیکھ ٹک آن کے کس رُوپ میں رنگ لائی بھبوت
پیرہن گیروا اور تن کے اُپر چھائی بھبوت

سر سے لے پانوں تلک خاک ملی سو سو من

(۹)
گہ درِ کعبہ پہ پیشانی کو اپنی گھسنا
گاہ مسجد میں، میاں، مانگنا جا جا کے دُعا
انکساری سے کبھی دیر میں ہر دم جانا
دم بہ دم آہ کی پونگی[3] سے بجانا یہ صدا

دیکھیے کون سے دن ہر ہمیں دیں گے درشن

(۱۰)
دیکھا میرے تئیں جو تن کے اُپر گل کھائے
اور کپڑے بھی رنگے گیروے تن پر پائے
دیکھ یہ حال تعجب سے بشر گھبرائے
کوئی کہتا ہے کہ جوگی جی کدھر کو آئے؟

سچ کہو کون سی نگری میں تمھارا ہے وطن؟

(۱۱)
یاد کرتے ہوئے نام اُسی کا لے لے
اور زیبا ہیں بہت آپ کے تن پر سیلے[4]

[1] حلقہ۔ [2] مثل۔ مانند۔ [3] ایک تونبے کا باجا جسے منہ سے اکثر سپیرے بجاتے پھرا کرتے ہیں۔ [4] ایک قسم کی چادر یا دوپٹا جو جزءِ لباس ہے اور خاص کر دکن میں پہنا جاتا ہے اور بطورِ خلعت دیا جاتا ہے۔

واہ، جوگی بھی بنے خُوب ہو تُم البیلے — کون سے پنتھ میں ہو، کون گرو کے چیلے؟

کون سے رُوپ میں، ہو کون سار کھتے ہو برن؟

(۱۲)
ہم کو جوگی جی بتا دیجیے یہ حال اپنا — تُم جو بیراگی بنے، اس میں نفع کیا ہی بھلا [نفع کیا ہی بھلا / ہی کیا نفع]
اور مُرشد سے تمھارے ہی تمھیں کیا پہنچا؟ — نام کیا جوگ میں ہی تُم کو گرو نے بخشا؟

دھیان کیا رکھتے ہو؟ کس گیان کا رکھتے ہو چلن؟

(۱۳)
در شہوار جلا کر جو بنائی ہی بھبوت — اور کیوں تم کو بتاؤ یہ خوش آئی ہی بھبوت؟
عشق میں کس کے یہ اب تن پہ رمائی ہی بھبوت؟ — کس لیے مُنھ کے اُپر تم نے لگائی ہی بھبوت؟

کس کی اُلفت میں یہ بیراگ کا پہنا ابرن[۱]؟

(۱۴)
کس لیے جوگ لیا اور رنگا کپڑوں کو؟ — کس پہ عاشق ہو، دیا رنج یہ کس نے تم کو؟
کیوں کر اوقات بسر ہوتی ہی، یہ ہم سے کہو؟ — کیا الم کھاتے ہو اور کس کی طلب رکھتے ہو؟

دھونی جل پان بھی، یا یوں ہی کرو گے لنگھن[۲]؟

(۱۵)
نام پیغمبروں کے کفنی پہ لکھّے سارے — اور گریبان میں ہیں نام خُدا کے لکھّے
تُم تو کامل سے نظر آتے ہو اپنے لیکھے — ہم نے جوگی تو بہت یوں ہیں ہزاروں دیکھے

پر تمھارا تو زمانے سے نرالا ہی چلن

(۱۶)
ہم نے دُنیا میں اجی سیکڑوں دیکھے جوگی — دیکھے ہر رنگ کے، ہر ایک برن کے جوگی
پر، غرض، تُم سے نہیں دیکھے ہیں ہم نے جوگی — تُم تو آتے ہو نظر ہم کو نئے سے جوگی

سچ کہو جوگ لیا تم نے یہ کس کے کارن؟

(۱۷)
کیا ہوا جوگی جی تم کو بھلا ہم سے تو کہو؟ — کیوں خجل خوار پڑے پھرتے ہو، مُنھ سے بولو
کس لیے وحشی سے پھرتے ہو بتاؤ ہم کو؟ — کس کی ہی یاد تمھیں، کس کے لیے پھرتے ہو؟

[۱] ابرن یا ابھرن زیور۔ گہنا [۲] روزہ۔ فاقہ۔ کسی کا شعر ہی ــ لنگھنت گر بتر اکند فربہ ــ سیر خوردن ترا ز لنگھن بہ ــ

اب کہیں بیٹھو گے، یا یوں ہی پھرو گے بن بن؟

(۱۸)
کس لیے گھر سے تم آئے ہو بھلا اپنے نکل؟　　پھرتے مانندِ صبا کیوں ہو بدشت و جنگل؟
تم سے اک بات کہوں اُس پہ اگر کیجے عمل　　گر کرو حکم تو بنوا دیں تمھارا استھل[1]
شہر میں، باغ میں، یا برلبِ دریا ے جمن

(۱۹)
یا کہیں اور بتاؤ کہ جہاں آپ رہیں　　یا تو جنگل میں اگر دل نہ لگے یہ آپ کہیں
یا کہ استھل کے بنا دینے کی تجویز کریں　　یا کہ شہرا جو پسند آوے تو واں جا گہ لیں
یا کدر بن میں ہو یا مات مہا بندرا بن

(۲۰)
اور اگر یوں ہی پھرو گے تو یہ ہے مشکل سخت　　استھل اک ہم جو بنا دیں تو زہے اپنے بخت
اُس میں اچھا سا بچھا دیویں تمھارے لیے تخت　　خاصے پھولوں کے لگا دیویں اُس استھل میں درخت
جس سے آنکھوں کو طراوت رہے، اور دل ہو مگن

(۲۱)
اب تو جوگی جی کہا مان لو یہ تم میرا　　ایک جا بیٹھ رہو اور کرو ہم پہ دیا
مت پھرو یوں خجل و خوار بدشت و صحرا　　جب تو سن سن کے یہ ہم نے کہا اُس سے بابا
تجھ کو کیا کام فقیروں سے یہ کرنا ان بن

(۲۲)
کیا غرض تجھ کو جو پوچھے ہے تو احوال مرا　　جوگ کی پوچھے تو بس عشق میں یہ جوگ لیا
اور اُس کی ہی جدائی میں پھرے ہیں ہر جا　　اور وطن پوچھے ہمارا تو یہ سن رکھ، بابا
یا گلی دوست کی یا یار کے گھر کا آنگن

(۲۳)
مثلِ صرصر اُسی کوچے میں پھرا کرتے ہیں　　دیکھ دروازے کو بس شاد ہوا کرتے ہیں
خونِ دل جامِ مے ناب پیا کرتے ہیں　　اُس کے کوچے میں سدا مست رہا کرتے ہیں
وہی بستی، وہی نگری، وہی جنگل، وہی بن

(۲۴)
گاتے پھرتے ہیں سدا بین لیے کاندھے پہ گیت　　جو ائیتوں کی ہے مدت سے وہی اپنی ریت

دیں اسی

[1] استھل: فقیر کے رہنے کی جگہ۔ خانقاہ۔

محو پیتم کے ہیں جب سے کہ لگی اُس کی پیت
پنتھ کی پوچھے، تو جوگی نہ جنم کے نہ اتیت[1]
عشق کے سیل میں ہم پیم کا رستے ہیں برن

(۲۵)
آبلے دل میں جو اُلفت کے تھے سو پھوٹ گئے
جتنا تھا مال مراتب اُسے لے لوٹ گئے
اقربا دوست تھے جتنے وہ سبھی چھوٹ گئے
جب سے اُس شوخ کے پھندے میں پھنسے ٹوٹ گئے
جتنے تھے مذہب و ملت کے جہاں میں بندھن

(۲۶)
عشق میں چھوڑ کے ہم دُنیا و دیں بیٹھے ہیں
خاطرِ آشفتہ و دل گیر و حزیں بیٹھے ہیں
چھوڑ سب عیشِ جہاں گوشہ گزیں بیٹھے ہیں
اُس کے ہم در پہ مُنڈا سر کے تئیں بیٹھے ہیں
رات دن پیتے ہیں دھو دھو کے اُسی گُر کے چرن

(۲۷)
خنجرِ عشق سے بس اپنا کلیجا ہے شق
یہ تو ظاہر ہے نشاں مُنہ کا بھی جو رنگ ہے فق
خُوں میں آلودہ ہیں زخمی ہیں کہ جوں رنگِ شفق
نام کو پوچھے تو ہے نام ہمارا عاشق
سب سے آزاد ہوئے یار کا لے کر دامن

(۲۸)
حال بے باکی کا کیا اپنی بھلا تجھ سے کہیں
گر رہیں بھوکے تو ہرگز بھی کبھی غم نہ کریں
اور کھانے کو ملے تو بھی نہ کچھ شاد رہیں
گر رہیں جیتے تو جینے کی نہیں فکر ہمیں
اور مر جائیں تو ہرگز نہیں پروائے کفن

(۲۹)
دیکھ نیرنگی زمانے کی ہوئے گل در گل
اور مل تن کو بھبوت اپنے، گئے خاک میں مل
کپڑے رنگنے کو تو آسان نہ جان، او غافل
رنگ وہ رنگتے ہیں جس رنگ کا رنگنا مشکل
رُوپ وہ بھرتے ہیں جس رُوپ کا بھرنا ہے کٹھن

(۳۰)
چھوڑا جنت کو جو آدم نے اُسی کی خاطر
اور ہر ایک کے کی دم نے اُسی کی خاطر
جی میں کی اپنے خوشی غم نے اُسی کی خاطر
جوگ بیراگ لیا ہم نے اُسی کی خاطر
سب کے تئیں چھوڑ اُسی کی ہے محبت کی لگن

[1] اتیت جوگیوں کی ایک قسم ہے۔

(۳۱)
رنگے کپڑوں سے نہ کر ہم پہ تو جوگی کا گماں
ہم نے کیا جانے کیا کس لیے ایسا ساماں
گر تو عاقل ہے تو پھر دل ہی میں اپنے پہچان
ہم میں اور جوگی کی صورت میں بڑا فرق ہے جان
کہاں جوگی کی ادا اور کہاں عاشق کی پھبن

(۳۲)
آتشِ غم سے جلا جب سے جلایا دل و جان
تب یہ اکسیر ملی ہم کو تو شک اس میں نہ جان
تو تو عاقل ہے بس اب عقل سے اپنی پہچان
خاک ہے یار کے کوچے کی بھبوت اب ہر آن
ہم نے بھی راکھ بنائی ہے جلا کر تن من

(۳۳)
سرخ آنکھوں کا جو پوچھے ہے کہ باعث ہے کیا
شوق مے کا نہیں کچھ ذوق نہیں افیوں کا
قدحِ بنگ سے نہ عشق کبھی ہم کو ہوا
ہے محبت کے دھتورے کا جو آنکھوں میں نشا
اُس کی گرمی ہی سے رہتے ہیں سدا سرخ نین

(۳۴)
کوئی مونس ہے نہ غم خوار نہ ہے سنگ نہ سات
رہتا ہوں رنج میں مشغول سدا دن اور رات
اب خدا جانے کہ کس طرح کٹے گی اوقات
اور استھل کے بنانے کی کہی تو نے جو بات
یہ بکھیڑا وہ کرے جس کے کنے ہو کچھ دھن

(۳۵)
عشق جب سے کہ ہوا ہے ہمیں اُس اچپل سے
جب سے بے تاب پھرا کرتے ہیں اور بے کل سے
ہم سے بے کل بھی نہیں بیٹھے ہیں اک جا کل سے
ہم فقیروں کو بھلا کام ہے کیا استھل سے
وہی استھل ہے جہاں مار کے بیٹھے آسن

(۳۶)
خواہشِ زر نہ کریں اور نہ کسی سے مانگیں
تخت اور چتر کی بھی کچھ نہیں پروا ہے ہمیں
گوکل اور متھرا کے رہنے کی نہیں حرص کریں
جا پڑیں یاد میں اُس شوخ کی جس بستی میں
وہی گوکل ہے ہمیں اور وہی ہے بندرابن

(۳۷)
جب سے جوگی ہوئے دی اُس کو متاعِ دل و جاں
چھوڑ بیٹھے سبھی آرام کا جو تھا ساماں
حاجتِ تکیہ ہے نے خواہشِ بستر نہ مکاں
جا پڑے خاک پہ رکھ سر کے تلے ہاتھ جہاں
ہے وہی فرش وہی تخت وہی سنگھاسن

(۳۸) ہو خیال اُس گلِ رُخسار کا ہر شام و پگاہ
چاہ ہو چاہِ ذقن کی، نہیں درکار ہو چاہ
باغ یا غنچے کی ہرگز ہو نہیں ہم کو چاہ
پھول پھلواری کی بھی جب سے نہیں کچھ پرواہ

جب سے گل کھا کے محبت ہیں جلایا ہو بدن

(۳۹) رہتا ہوں مضطر و مغموم میں ہر دم ہر آن
باز آ ظلم سے اور جور سے تو حق کو مان
ہوش گم کردہ پھرا کرتا ہوں اور بے سامان
اب تو اس حال کو پہنچا ہوں ترے ہجر میں جان

ای گلِ باغِ وفا، دل کے چمن کے گلشن

(۴۰) کہیں کہتا ہو جو احوال مرا کوئی ذرا
گھر میں رہتا ہوں تو روتا ہو ہر اک خویش اپنا
سر کو دھنتا ہو ہر اک پیر و جوان اور لڑکا
گھر سے باہر جو نکلتا ہوں، تو منھ دیکھ مرا

مرے احوال پہ بھی روتے ہیں جنگل میں ہرن

(۴۱) خاطرِ آشفتہ میں پھرتا ہوں حزین و دل گیر
پھرتا ہوں گلیوں میں دیوانہ سا ہر روز ضریر
عشق میں اُس کے سبھی کھو چکا عزّ و توقیر
کیا لکھوں، اب تو گزرتی ہو جو کچھ مجھ پہ نظیر

دلِ من داند و من دانم و داند دلِ من

نظم نمبر ۱۶۱
جوگن

(۱) ہائے اُس الفتِ ظالم کا بُرا ہو یہ چلن
چار ناچار اُٹھانے ہی پڑے رنج و محن
چھوٹتی ہی نہیں، لگ جاتی ہو جس وقت لگن
در فراقِ رخِ پُر نورِ تو ای غنچہ دہن

دیدہ باید کہ چگونہ شود احوالِ من

(۲) ہجر نے اب تو نہایت کیا بے دم مجھ کو
ای مرے ماہ جبیں، ای مرے ہم دم گل رو
پھرتی ہوں شکل بگولے کے میں ویراں ہر سو
کون سے شہر میں ہو، کون سی جا پر ہو تو؟

ای مرے ہم دم جاں، ای مرے جان و تن من

(۳) دلِ صد چاک مرا چاک گریبان میرا
مثلِ دریا کے رواں دیدۂ گریاں میرا

برق کی طرح تپاں یہ دلِ سوزاں میرا
دیکھ ٹک آن کے یہ حال پریشاں میرا
کہ ترے ہجر میں کیا کیا نہ سہا رنج و محن

(۴)
میری جیسی ہو کرے حق نہ کسی کی اوقات
جو سُنی بھی نہ تھی گاہے وہ وہ دیکھی آفات
ہائے افسوس، صد افسوس ہو حسرت ہیہات
زار زار اب تو پڑا ہجر میں رونا دن رات
زندگی ہو گئی دو بھر مجھے اور جان کٹھن

(۵)
خانمان و طرب و عیش و زر و مال و خوشی
اک تجھے یاد رکھا سب کے تئیں بھول گئی
ہائے جس وقت لگی آنکھ، وہ کیسی تھی گھڑی
شہر بھی چھوڑ دیا، دیس سے پردیس ہوئی
ہجر نے کر دیا آخر ترے مجھ کو جوگن

(۶)
سُرخ آنکھیں ہوئیں اُلفت کے نشے سے رنگیں
پہن کر حلقہ بگوشی کے بھی مُندرے دو تین
توبہ کر دستِ دُعا کا پڑھی پھرتی ہوں حزیں
پیرہن گیروا، رکھے ہوے کاندھے پر بین
من کے منکوں کی بنا ہات میں پہنی سُمرن

(۷)
کھوے پھرتی ہوں سب آرام کو ہر جائی میں
ڈھونڈھتی ہوں تجھے گل فام کو ہر جائی میں
گاتی پھرتی ہوں اسی کام کو ہر جائی میں
جپتی پھرتی ہوں ترے نام کو ہر جائی میں
اٹھ آٹھ آنسوؤں سے روتی ہوں اور ترہیں نین

(۸)
ناتواں ہو گئی اور جسم میں باقی نہیں دم
رکھو ٹک آ کے کبھی اس دلِ مضطر پہ قدم
ہو گئیں خشک رگیں سیلیوں سے میں نہیں کم
گیروا ساری ہو اور جا سے بھبوت اے ہمدم
خاک اُڑ اُڑ کے پڑی تن کے اُپر سو سو من

(۹)
یہی دل ہو کہ ہوا تھا نہ کبھی بھی غمناک
وہی دل ہو کہ ہوا تیغ جفا سے صد چاک
آگ لگ جائیو اس پیت میں، جلیو یہ تپاک
سیس کے بال تھے سنبل سے، اجی جس میں خاک
خاک میں مل گیا تھا یہ جو چندر ما سا بدن

(۱۰)
پھوڑ کر پتھروں سے کر دیے سر کے ٹکڑے
ہائے تو ہو کہاں اے میرے قمر کے ٹکڑے

	آ ادھر، دیکھ مری ٹوٹی کمر کے ٹکڑے	جیب کے بدلے میں کرتی ہوں جگر کے ٹکڑے	
	نہ تو بستی ہی خوش آتی ہے نہ کہسار نہ بن		
(۱۱)	میں نے کیا کیا نہ سہا آہ! تری الفت میں ناگہاں آگئی اک مفت کی میں آفت میں	ایک دیوانی بڑی پھرتی ہوں میں دقت میں سیس کے بال کھسوٹوں ہوں کھڑی فرقت میں	
	خاک اُڑاتے ئے پڑی پھرتی ہوں بصد رنج و محن		اُڑاتی
(۱۲)	ساری پت میری گئی اے مرے ساجن تجھ پر ایک حیران پڑی پھرتی ہوں بروگن تجھ پر	مال و زر وار دیا اور تن و من تجھ پر چھوڑ کر ماتا پتا کو ہوئی جوگن تجھ پر	
	لیک تو ہی نہ ملا اے مرے جوگی ساجن		
(۱۳)	اپنے بیگانوں نے کر ڈالا ہے مجھ کو پامال خاک کا بھی نہیں وہ حال جو ہے میرا حال	اور ادھر تیری جدائی میں ہوئی جان بملال اقربا کی بھی نظر سے گرے اشکوں کی مثال	
	باپ اور ماں کا ترے واسطے چھوڑا دامن		
(۱۴)	نہ تو کچھ دیں کی خبر اور نہ دنیا کا کام دل گیا، جان گئی، اور گیا عیش و آرام	سارے کاموں کے تئیں بھول گئی اے گل فام گھر گیا، دیس گیا، ہو گئی جگ میں بدنام	
	اک سہیلی ہے مری آہ، بس اور سب دشمن		
(۱۵)	یاد میں بیٹھ گئی جس جگہ میں آسن مار نالۂ موزوں کے بس کر کے سروں کو طیار	دل کی کھونٹی کو مروڑ اتری جانب کو سدھار جگر و تن کی بنا تو نبی بس اور آہ کے تار	من
	بین کو غم میں بجاتی پھری بن بن بن بن		
(۱۶)	کون سی بات تھی جو واسطے تیرے نہ کری دیس پردیس پھری، چرنوں میں لوگوں کے پڑی	چلے بھی باندھے بہت، پوجا بھی درگاہ میں کی پوچھا ایک ایک سے تجھ کو میں بصد حیرانی	
	لیک تیرے ہی کسی طرح نہ پائے درشن		
(۱۷)	جا کے متھرا میں رہی اور بڑا ڈھونڈا تجھ کو	کاشی میں بیٹھ رہی لیک نہ پایا تجھ کو	پوچھا

گنگا اور جمنا کے تیرتھ پہ بھی مانگا تجھ کو — کون سی جا تھی کہ جس جا پہ نہ ڈھونڈا تجھ کو

پورب اور پچھم و اُتر سے لگا تا بہ دکن

(۱۸) اب تو لاچار ہوئی اور بڑی بے چین ہوئی — ہجر کے درد و الم میں چلا جاتا ہی جی

تاکہ اب ڈھونڈھنے سے کوئی بھی جا گہ نہ رہی — اب فقط مُلکِ عدم مُجھ کو رہا ہی باقی

سو بھی کچھ دور نہیں، اور نہیں راہ کٹھن

(۱۹) ہو گئی جان کی لیوا تری الفت بُری — مرگ کے کرتی ہی سامان محبت یہ سبھی

کوئی دن میں تو یہ سُن لیجو نکل جائے گا جی — رحم کر مُجھ پہ کہاں تک سہوں فرقت تیری؟

دیکھ اس جان پہ کیا کیا سہا تیرے کارن

(۲۰) روح ہونٹوں تلک آجاتی ہی گھبراتی ہی — لیک اُمیدِ ملاقات مین پھر آتی ہی

غم پہ پھٹتی مرے ہر ایک کی اب چھاتی ہی — آہ کے ساتھ مری جان چلی جاتی ہی

اب اُٹھا سکتا نہیں بارِ مصیبت یہ بدن

(۲۱) یاد کر کر کے تجھے دیدہ تو رو دیتا ہی — جو مجھے دیکھتا ہی روتا وو رو دیتا ہی

دیکھ ہر ایک مرے سمت کو رو دیتا ہی — جو مرے حال کو دیکھے ہی سو رو دیتا ہی

ہوش لوگوں کے اُڑے جاتے ہیں سُن یہ سخن

(۲۲) سر کو کہسار سے ٹکراتی ہی بادِ صرصر — جانور دیکھیں ہیں حیرانی سے با دیدۂ تر

در و دیوار مرے حالِ بتر پر ششدر — سر کو دُھنتا ہی مرے حال پہ ہر ایک شجر

میری بے چینی سے بے چین ہیں شیر اور ہرن

(۲۳) جب کہ تجھ بن یہ ہوا میرے اُپر رنج و تعب — ہر کوئی کہنے لگا ہائے غضب! ہائے غضب!

اُڑتے اُڑتے مری خبروں کا فسانہ ہوا جب — اک دل آباد ہی بستی وہیں جاتے ہیں سب (لٹ جاتے ہیں سب)

اُس میں اک راجہ مہاراجہ کا ہی سنگاسن

(۲۴) نامی و نامور اور خلق میں عزت والا — جس کے تابع ہیں ہر اک شاہ سے لے تا گدا (شجر)

ہی حقیقت میں جہاں مرضی پہ اُس کی سارا — عقل کل نام کہا کرتے ہیں اُس راجہ کا

دیکھ کر مجھ کو وہ کرنے لگا اس طرح سخن؛

(۲۵) "واہ وا بھاگ مرے میں نے جو دیکھا تم کو — تم سے اُلفت ہی ہمیشہ سے ہمارے دل کو
میں تو یہ چاہتا ہی تھا کہ کہیں مجھ سے ملو — آؤ جی، بیٹھو، مرے گھر میں قدم رنجہ کرو

پٹ

کرو روشن مرے کاشانے کو ٹک رکھ کے چرن

(۲۶) ہم تمھیں جانتے ہیں اور بزرگوں کو سب — سب بزرگ آپ کے رکھتے ہیں ہماری ہی طلب
ہم کو بھی لوگوں سے ہی ربط محبت کے سبب — ہم کو معلوم ہوا آپ کا سب حسب نسب

عشق نے تمکو بنایا ہی بہ شکل جوگن

(۲۷) ہی عزیز آپ کی خاطر بڑی ہم کو دل میں — اس سے سمجھاتے ہیں اب مت رکھو غم کو دل میں
کیوں اُٹھا رکھا ہی اس جور و ستم کو دل میں — جانے دو، راہ نہ دو رنج و الم کو دل میں

باغ کی سیر کرو، اور ہو محو گلشن

(۲۸) محفل عیش بنا کر رہو آنکھوں کے حضور — باغ دُنیا کی کرو سیر جو ہو دل کو سرور
کیسے کیسے ہیں، گُل اندا موں کا دیکھو تو ظہور — یاد کو اُس رخ تاباں کی کرو دل سے دُور

کون سی بات کی کمتی ہی تمھیں صاحب من؟

(۲۹) تم بھی سردار ہو، ذی ہوش ہو ٹک غور کرو — ایک ہی شخص پہ مرجاتے نہیں جان کو کھو
سیکڑوں ماہ جبیناں ہیں ہزاروں خوش خو — تن سے بس گیروی کفنی کے تئیں دُور کرو

گیروا

پہنو پوشاک شہانہ، رکھو خوش دل اور من

تہانا

(۳۰) شانہ لو ہاتھ میں، اور اپنے یہ سلجھاؤ بال — سُرمہ دو آنکھوں میں، اور دیکھو یہ قدرت کا خیال
دل کو بہلا کے بُھلا دو یہ سبھی رنج و ملال — تم پہ اِس طرح کا ہی نام خدا حسن و جمال

تم پہ ہی نام خدا اس طرح کا

کہ ہیں خلق کے دلبر سبھی دھو دھو کے چرن

(۳۱) دل کو مسرور رکھو اور رہو شاد اور خوش — شیریں باتیں کرو اور شکل بناؤ دل کش

کہ ہر ایک شخص کو آجائے تمھیں دیکھ کے غش
نہ کہ تم اَوروں پہ اس طرح پھرو وحشی وش
جانے دو، دُور کرو دل سے یہ اُلفت کی لگن

(۳۲) آدمی رنج سہا کرتا ہے ان باتوں میں
جان کو کھوتا پھرا کرتا ہے ان باتوں میں
سب کی نظروں سے گرا کرتا ہے ان باتوں میں
نام بدنام ہوا کرتا ہے ان باتوں میں
خوب ہم دیکھ چُکے ہیں کہ بُرا ہے یہ فن ''

(۳۳) خُوب سُن سُن کے میں حیران رہی مُنہ کو تک
اور مایوسی و مظلومی سے دیکھا بہ فلک
گفت گو حد سے زیادہ ہوئی بس اور یک بیک
تب تو وہ حال ہوا جیسے جراحت پہ نمک
وعظ کے تیروں سے پہلو ہوا چلنی چھن چھن

ف: حد سے زیادہ ہو گئی یہ گفت گو
ف: چلنی ہوا پہلو

(۳۴) گو سبکو روشن ہے بُری ہوتی ہے یہ پیت لگی
میں بھی کہنے ہی سے آخر کے تئیں رہ نہ سکی
دل میں غُصّہ تو بہت آیا، وَلے روک گئی
زار زار آنکھوں سے رونے لگی اور کہنے لگی:
''ہے بعید ایسے خردمندوں سے یعنی یہ سخن

(۳۵) آپ تو جلتے ہیں پیت بلا ہوتی ہے
خوب معلوم ہے تم کو کہ یہ کیا ہوتی ہے
رہے خاموش طبیعت یہ خفا ہوتی ہے
واہ جی، یوں بھی لگی دل سے جُدا ہوتی ہے
عشق میں کس کے تئیں بھاتی ہے سیرِ گُلشن؟

(۳۶) عیش کب بھاتا ہے جب تک کہ نہو یار حضور؟
گُل رخسار بجز، باغ سے کب ہووے سرور؟
اس سوا کون ہے بہتر کہ وہ میں دیکھوں ظہور؟
اپنے کیا بس میں ہے جو دل سے کروں رنج کو دُور؟
اپنے قابو میں ہے جو دور کروں رنج و محَن؟

(۳۷) بال خاص اس لیے ہیں مُجھ کو یہ منظورِ نظر
کہ بُہاریں کبھی راہ اُس کی جو وہ آئے ادھر
یہ تمنا ہے یہ آنکھیں گریں اُن قدموں پر
بات کے کرنے سے، ہے آہ کا کرنا بہتر
جلوہ یہ تن جو خوش آے اسے خوش پیراہن

(۳۸) میرا وہ رشکِ قمر کون ملا دے مجھ سے؟
میرا وہ تیرِ نظر کون ملاوے مجھ سے؟

میرا استوالا مگر کون ملاوے مجھ سے؟ — یا خدا، میرا جگر کون ملاوے مجھ سے؟

کون جا کر کہے، میں پھرتی ہوں بے شہر و وطن،

(۳۹) خوش ہوں اس غم سے کہ یہ یار کے باعث سے ہوا — ننگ و ناموس بھی سب اُس پہ سے ہی وار دیا

سر ہتیلی پہ دھرا عشق میں جب پاؤں رکھا — جان کا بھی نہیں جب پاس، تو پھر پاس ہی کیا؟

جو کہ سمجھائے مجھے اُس کا ہی دیوانہ پن"

(۴۰) نام پر تیرے میں اس جان کے تئیں کھوتی ہوں — تری صُورت پہ میں قربان کھڑی ہوتی ہوں

خونِ دل روتی ہوں، عارض کے تئیں دھوتی ہوں — تھام تھام اپنے کلیجے کے تئیں روتی ہوں

دیکھ رہتی ہوں ہر اک شخص کو حیران بن بن

(۴۱) جو نہ سہنا تھا سہا، رنج بہت کھایا ہائے! — لیک ارمان رہا دل کو بہت سارا ہائے!

یعنی تو نے ہی نہ دیکھا یہ مرا چلنا ہائے! — اب تو بے تابی سے گھبرا گیا دل میرا ہائے!

ڈوب کر مرہی رہوں بر لبِ گنگ اور جمن

(۴۲) کس کو دکھلاؤں جو گزرے ہے تری الفت میں؟ — کچھ مرے بس کی نہیں پھنس گئی اک دقت میں

نام بدنام ہوا، فرق پڑا عزت میں — ایک دیوانی سی پھرتی ہوں تری فرقت میں

عرش سے فرش تلک حال ہے میرا روشن

(۴۳) کس سے میں جا کے کہوں کون سی جا ہے تیری — کبھی بے تابی سے بیٹھوں، کبھی ہوتی ہوں کھڑی

کبھی ہو محوِ تصور یہی کہتی ہوں: "اجی، — سیس کے بالوں سے میں راہ بہاروں تیری

جو قدم رنجہ کرو، اور مجھے دو درشن

(۴۴) کبھی رو دیتی ہوں آنکھوں سے بہ شکلِ دریا — کبھی گاتی ہوں ترے نام کو لے لے کے پیا

کبھی مُنہ پیٹ لیا، جیب کبھی چاک کیا — آرزو ہے کہ میں سو جان سے ہوں تجھ پہ فدا

دیکھے ٹک آن کے تو بھی تو مرا جوگن پن

(۴۵) تو کہیں اور میں کہیں، اس سے تو مر ہی جاؤں — اے مرے ماہ جبیں اس سے تو مر ہی جاؤں

تجھ کو بھی ہووے یقیں، اس سے تو مر ہی جاؤں　　تا اب جینے کی نہیں، اس سے تو مر ہی جاؤں

ہے جُدائی کی نپٹ مجھ پہ مصیبت یہ کٹھن

(۴۶) یا الٰہی، کوئی مجھ سا بھی نہ ہووے دل گیر　　خجل و خوار پریشان و ذلیل اور حقیر
طور بے طور نظر آتے ہیں، ہوں بس کہ ظہیر　　حسرتا آہ چہ بغیم بغمِ یار شریر

من حزین در غمِ او، خلق حزیں در غمِ من

ردیف و

نظم نمبر ۱۶۲۱

خمسہ

(۱) سکھتا ہے تجھے کون کہ عاشق کو ستا سو　　اور شمع نمط اسکے کلیجہ کو جلا سو
مدت سے رہا ہے تو نے مجھے غم سے رلا سو　　جاتی ہے بہار عمر کی آسوں ہی میں آسو

آسوا رے اسوا رے اسوا رے آسو

(۲) کر ذبح مرے دل کو جو تو نے کہیں پھینکا　　وہ خستہ جگر لوٹتا پھرتا ہے اہا ہا
کیا تجھ سے کہوں پیارے میں احوال اب اُس کا　　بسمل سا تڑپتا ہے نہ مرتا ہے نہ جیتا

شاید کہ گئی میرے نصیبوں سے قضا سو

(۳) مجھ کو تو نہیں چین ذرا یار و اب اُس بن　　کاٹوں ہوں سدا رات بھی گھڑیوں کو میں گن گن
عیار کی گھاتوں سے کبھی رات کبھی دن　　یوں چوری سے اُس پاس میں سوتا ہوں ولیکن

کافر نے کبھی آپ سے ہرگز نہ کہا سو

(۴) ہے اب تو ترے حسن کی آنکھوں میں لگی چاہ　　اور آن پڑا در پہ ترے عشق کے ہمراہ
اے درد تو کاہے کو ہمیں پوچھے گا واللہ　　یار و وینگے یا سو وینگے یا جاگیں کے کر آہ

کیا تجھ کو پڑی ہے تو مری جان پڑا سو

(۵) غیروں کا اُسے خوف تھا اور کچھ اسے وسواس　　تو بھی وہ صنم میرے لیے جاگا کیا پاس

اب یارو بھلا آہ مری ٹوٹے نہ کیوں آس — میں چھپ کے رقیبوں سے گیا جس گھڑی اُس پاس

یہ دیکھیے قسمت کہ اسیوقت گیا سو

(۶) گلشن میں کھلے پھول سحر ہونے کو آئی — تارے بھی چھپے چاند نے صورت بھی چھپائی
خورشید کی کرنیں بھی لگی دینے دکھائی — اَبتک بھی مرے پاس وہ بواُسکی نہ لائی

شاید کہ کہیں آج گئی بادِ صبا سو

(۷) وعدہ تو سرِ شام سے آنیکا کیا تھا — اور رات ڈھلی آدھی تو اب بھی نہیں آیا
شاید کسی دشمن نے دیا کچھ اُسے بہکا — دُشمن کی بھی تقصیر نہیں سچ ہوں میں کہتا

یارو مری تقدیر و نصیبا ہی گیا سو

(۸) یک عمر میں نکلا ہی مرے دل کا یہ ارماں — جو آج ہوا ہی تو مرا آن کے مہماں
باتوں ہی میں مت رات گذارے وے مری جاں — ٹک پیار سے سینہ سے لپٹ کر مری اس آں

یک پہر نہ سووے تو گھڑی بھر تو بھلا سو

(۹) جس تس سے وہ اقرار یوہیں کرتا ہی دلخواہ — اور آتا نہیں پاس کسی ایک کے گمراہ
اس جھوٹے دغا باز کی کیا دیکھیے اب راہ — زنہار وہ عیار نہ آوے گا نظیر آہ

اب اس کے تو غم میں تو پڑا جا کیو یا سو

ردیف ہ

نظم نمبر ۱۶۴

(۱) لگایا تھا دل ہم نے تم سے جو آہ — یہ جانا تھا تم کچھ کروگے نباہ
سو تم نے نہ دیکھا کبھی بھر نگاہ — زمانے میں کیا یوں ہیں ہوتی ہی چاہ

میاں واہ وا واہ وا واہ واہ

(۲) کہا تھا کہ ہم رات آویں گے آہ — رہو ساتھ غیروں کے تا صبح گاہ
ٹک سر کو ہم رہ گئے دیکھ راہ — بڑے تم بھی ہو جھوٹوں کے بادشاہ

میاں واہ وا واہ وا واہ واہ

(۳) لینا پہلے اُلفت میں دل کو لگا
اگر تھی تمھارے یہ دل میں دغا
بلا کر پھر آخر کو غوطہ دیا
تو کیوں ہمکو ناحق میں رسوا کیا

میاں واہ وا واہ وا واہ واہ

(۴) مزے غیر کو آہ اور ہم نہیں
تمھیں دیکھ کر ساتھ تک تک رہیں
خوشی ہوویں اغیار ہم غم سہیں
غرض تم سے بس اور تو کیا کہیں

میاں واہ وا واہ وا واہ واہ

(۵) رقیبوں کو ساتھ اپنے لے آئیے
یہی جی میں آتا ہے مر جائیے
ہنسا کر انھیں ہم کو رُلوائیے
تمھیں آفریں ہے یونہیں چاہیے

میاں واہ وا واہ وا واہ وا واہ واہ

(۶) ادھر کی طرف دیکھیے میری جاں
وہ قول اور اقرار اب ہیں کہاں
خدا کو دیا کس نے تھا درمیاں
بھری ہیں غرض تم میں سب خوبیاں

میاں واہ وا واہ وا واہ واہ

(۷) تمھاری دغا کی یہ ہے داستاں
لکھے تو قلم کے ہیں آنسو رواں
کہوں تو نہیں چلتی مُنہ میں زباں
کروں کس طرح میں نظیر اب بیاں

میاں واہ وا واہ وا واہ واہ

نظم نمبر ۱۶۴

(۱) ملنے کا ترے رکھتے ہیں ہم دھیان ادھر دیکھ
ہم چاہنے والے ہیں ترے جان ادھر دیکھ
بھاتی ہے بہت ہم کو تری آن ادھر دیکھ
ہولی ہے صنم ہنس کے تو اک آن ادھر دیکھ

اے رنگ بھرے نو گلِ خندان ادھر دیکھ

(۲) ہم دیکھنے تیرا یہ جمال اس گھڑی اے جاں
آئے ہیں یہی کر کے خیال اس گھڑی اے جاں

تو دل میں نہ رکھ ہم سے ملال اس گھڑی ایجان / مکھڑے پہ ترے دیکھ گلال اس گھڑی ای جان
ہولی بھی یہی کہتی ہی ای جان ادھر دیکھ

(۳) اب زرد یہ چیرا جو ترے سر پہ سجا ہی / اور اسپہ یہ طرّہ جو زری کا بھی دھرا ہی
نیمہ بھی ترا رنگ سے کیسر کے بھرا ہی / پوشاک پہ تیری گلِ صد برگ فدا ہی
نرگس تری آنکھوں پہ ہی قربان ادھر دیکھ

(۴) ہولی کی طرب ہی جو ہر اک جا پہ نمودار / سنتے ہیں کہیں راگ کہیں مے سے ہیں سرشار
ہی دل میں ہمیں تو تری نظروں سے سروکار / پچکاری ہمارے تو لگا یا نہ لگا یار
ہمکو تو فقط ہی یہی ارمان ادھر دیکھ

(۵) ہی دھوم سے ہولی کے کہیں شور کہیں غل / ہوتا نہیں کچھ رنگ چھڑکنے میں تامل
دف بجتے ہیں سب ہنستے ہیں اور دھوم ہی بالکل / ہولی کی خوشی میں تو نکر ہم سے تغافل
ای جان ہمارا ابھی کہا مان ادھر دیکھ

(۶) ہی دید کی ہر آن طلب دل کو ہمارے / جیتے ہیں فقط تیری نگاہوں کے سہارے
ہیں یاں جو کھڑے آن کے اس شوق کے مارے / ہم ایک نگہ کے ترے مشتاق ہیں پیارے
ٹک پیار کی نظروں سے مری جان ادھر دیکھ

(۷) ہر چار طرف ہولی کی دھومیں ہیں اہا ہا / دیکھو جدھر آتا ہی نظر زور تماشا
ہر آن جھمکتا ہی عجب عیش کا چرچا / ہولی کو نظیر اب تو کھڑا دیکھے ہی یاں کیا
محبوب یہ آیا ارے نادان ادھر دیکھ

نظم نمبر ۱۶۵

خمسہ

(۱) یوں دل سے اپنے نکلے ہی اب بار بار آہ / کرتا ہی جس طرح کہ دل بے قرار آہ
عالم نے کیا ہی عیش کی لوٹی بہار آہ / ہم سے تو آج بھی نہ ملا وہ نگار آہ

ہم عید کے بھی دن رہے اُمیدوار آہ

(۲)
ہو جی میں اپنے عید کی فرحت سے شادکام
دل کھول کھول سب ملے آپس میں خاص و عام
خوباں سے اپنے اپنے لیے سب نے دل کے کام
آغوشِ خلق گُلبدنوں سے بھرے تمام
خالی رہا پر ایک ہمارا کنار آہ

(۳)
کتنا ہی جستجو میں پھرے ہم اِدھر اُدھر
لیکن ملا نہ ہم سے وہ عیار فتنہ گر
کیا پوچھتے ہو شوخ سے ملنے کی اب خبر
ملنا تو اک طرف ہے عزیزو کہ بھر نظر
پوشاک کی بھی ہم نے نہ دیکھی بہار آہ

(۴)
رکھتے تھے ہم امید یہ دل میں کہ عید کو
کیا شاد ہو لیں گے گلے سے زماہرو
سو تو وہ آج بھی نہ ملا شوخ حیلہ جو
تھی آس عید کی سو گئی وہ بھی دوستو
اب دیکھیں کیا کرے دل امیدوار آہ

(۵)
اُس سنگدل کی ہم نے غرض جب سے چاہ کی
دیکھا نہ اپنے دل کو کبھی ایک دم خوشی
کچھ اب ہی اس کی جور تعدی نہیں نئی
ہر عید میں ہمیں تو سدا یاس ہی رہی
کافر کبھی نہ ہم سے ہوا ہمکنار آہ

(۶)
اقرار ہم سے تھا کئی دن آگے عید سے
یعنی کہ عیدگاہ کو جاویں گے تم کو لے
آخر کو ہم کو چھوڑ گئے ساتھ اور کے
ہم ہاتھ ملتے رہ گئے اور راہ دیکھتے
کیا کیا غرض سہا ستم انتظار آہ

(۷)
کیونکر لگیں نہ دل میں مرے حسرتوں کے تیر
دن عید کے بھی مجھ سے ہوا وہ کنارہ گیر
اس درد کو وہ سمجھے جو ہو عشق کا اسیر
جس عید میں کہ یار سے ملنا ہو نہ نظیر
اُس کے اُپر تو حیف ہے اور صد ہزار آہ

ردیف ی

نظم نمبر ۱۶۶

(۱)
دشنام دے تو آنہ پھر اگر دعا رکے | کی قدر کم تو پاس نہ پھٹکا وقار کے
سویا کیا سلایا جو بستر پہ خار کے | کس کس طرح کے ناز اُٹھائے ہیں یار کے
ہر حق بجانب اس دلِ حکم اختیار کے

(۲)
رکھتے ہیں اپنے دل میں جو ہم ترکتاز عشق | اک عمر سے اُٹھاتے ہیں خوش ہو کے ناز عشق
رہتا ہے بسکہ خانۂ خاطر میں راز عشق | تھے ویسے ہم بہ نسبتِ سوز و گداز عشق
مشتاق ایک بلبلِ زار و نزار کے

(۳)
کتنے دنوں سے شکل جو اُس کی نہ دیکھی تھی | رہتی تھی اس سبب سے بہت دل کو بےکلی
اک روز اُس کے ملنے کو گلشن کی راہ لی | پُوچھی جو باغباں سے خبر اُس کے حال کی
اُسنے کہے یہ حادثے اُس دل فگار کے

(۴)
تم جس کی پوچھتے ہو خبر سو وہ عندلیب | دوری سے گل کی پہونچی ہے سو رنج کے قریب
کس مُنہ سے اُس کا حال بیاں کیجیے حبیب | کیا جاے گر یہ ہے کہ موئے کب وہ بے نصیب
جب رہ گئے تھے آنے میں دو دن بہار کے

(۵)
جیسے گئے تھے ملنے کو ہم اُس کے شادماں | غمگین زیادہ اُس سے ہوئے سُن کے یہ بیاں
جب کہہ چکا تمام وہ احوال باغباں | ناچار سر جھکا کے ہوئے واں سے ہم رواں
ہمراہ نالۂ و مژۂ اشکبار کے

(۶)
تیغ الم سے اُس کے ہوا تھا جو دلفگار | جاتا رہا تھا جی سے سب آرام اور قرار
افسوس کرتے جاتے تھے خاطر میں بار بار | ناگاہ اک خرابے میں اپنا ہوا گذار
دو زخمی اُس جگہ تھے کسی روزگار کے

(۷)
پُر ہول سخت بیم فزا کہنہ و خراب | بے سایگی و شدتِ گرمیِ آفتاب

گرد اُس کے خار بن وہ کہ جس کا نہ تھا حساب — ہوش و حواس دیکھتے ہی کھا کے پیچ و تاب

یکبار اوڑ گئے دل غفلت شعار کے

نظم نمبر ۱۶۷

(۱) چمن میں آج نسیم بہار آپہونچی — نوید نکہت گل بے شمار آپہونچی

صدائے قمری و صوت ہزار آپہونچی — جنوں کے فوج کی دل پر پکار آپہونچی

ہزار شکر کہ فصل بہار آپہنچی

(۲) گئی نسیم کے ہاتھوں نکل کے باد سموم — گھٹائیں ابر بہاری کی تل رہی ہیں جھوم

تمام صحن چمن میں عجب مچی ہی دھوم — اُدھر گلوں کے اُپر بلبلیں کریں ہیں ہجوم

اودھر سے مست صف گلعذار آپہونچی

(۳) چمن کی سیر کو آئے ہیں مل کے مے نوشاں — ہوا ہی بادہ کشی کا بھی خوب سا سامان

نکالتے ہیں نشے مے کے دل کا سب ارماں — ہوئی ہی گرم چمن بیچ مغبچوں کی شان

شراب و شیشہ و ساغر کی بار آپہونچی

(۴) کھلے ہین چاروں طرف زور تختۂ گلزار — چلے ہی سرد صبا اور نسیم عنبربار

خبر سنی ہی کہ آتا ہی وہ گل مے خوار — گئی مصیبت روز فراق سب یکبار

کہ اب قریب شب وصل یار آپہونچی

(۵) کوئی ہی وصف کرے گل کی تاجداری کا — کسی کو ذکر ہی بلبل کی بے قراری کا

نہیں یہ وقت مری جان انتظاری کا — نہیں یہ وقت مری جان آہ و زاری کا

خوشی ہو اب کہ حد انتظار آپہونچی

نظم نمبر ۱۶۸

(۱) یار اب تجھ میں جو یہ حسن ہی زیبائی ہی — کیا ہوا تو نے اگر آن و ادا پائی ہی

میں تو ملنے کی میاں تیری قسم کھائی ہی — یہ بڑا عیب ہی تجھ میں کہ تو ہرجائی ہی

نہ ملوں پر نہ ملوں اب تو یہ ٹھہرائی ہے

(۲)
تونے کیا کیا نہ کیا غم سے میرا حال تباہ
دل لیا ہوش لیا صبر لیا سب اوہ واہ
لے چکا دل تو نہ کی میری طرف تونے نگاہ
اب یہ رکھ یاد ستمگر کبھی تجھ سے واللہ

نہ ملوں پر نہ ملوں اب تو یہ ٹھہرائی ہے

(۳)
کون سنتا ہے تری بات تو کہتا ہے کسے
اب جو تو چاہے مرے دل کے تئیں پیچ میں ہے
اب تری شکل سے یہاں تک میاں نفرت ہے مجھے
غیر کے پاؤں پڑوں جا کے ولیکن تجھ سے

نہ ملوں پر نہ ملوں اب تو یہ ٹھہرائی ہے

(۴)
اب تری ضد سے میاں دل کسی بدشکل کو دوں
وہ جو بٹھلاوے تو بیٹھوں اور اُٹھاوے تو اُٹھوں
اُس کی کفشوں کے تئیں جھاڑ کے آنکھوں پہ رکھوں
تو جو منت سے بلاوے تو یہی تجھ سے کہوں

نہ ملوں پر نہ ملوں اب تو یہ ٹھہرائی ہے

(۵)
اور سن یار کہ جس بزم میں پاؤں تجھ کو
شمع کی طرح سے محفل میں جلاؤں تجھ کو
اُس نئے شوخ کو دکھلا کے جلاؤں تجھ کو
دیکھ کر اس کے تئیں اور ستاؤں تجھ کو

نہ ملوں پر نہ ملوں اب تو یہ ٹھہرائی ہے

(۶)
اور تو جس طرف کو جا بیٹھے وہیں آ بیٹھوں
تجھ سے منہ پھیر لوں اور اس سے ہنسوں اور بولوں
تو سہی رشک سے دل کو ترے پامال کروں
جب اُٹھوں واں سے تو ظالم یہی کہتا میں اُٹھوں

نہ ملوں پر نہ ملوں اب تو یہ ٹھہرائی ہے

(۷)
میری نظروں سے تو اے یار یہاں تک ہے گرا
کہ تجھے دیکھتے ہی دل ہے مرا رک جاتا
خواب میں تو جو مرے پاس کبھی ہے آتا
تو مری روح وہاں تجھ کو یہی دے ہے سنا

نہ ملوں پر نہ ملوں اب تو یہ ٹھہرائی ہے

(۸)
مجھ کو باور نہیں گر لاکھ تو قسمیں کھاوے
اور خفا ہو کے بگڑنے کا تو خط دکھلاوے
اور جو لوگوں کے تئیں میرے لیے بھجواوے
حد تو یانتک ہے اگر آپ تو لینے آوے

نہ ملوں پر نہ ملوں اب تو یہ ٹھہرائی ہو

(۹)
اب تجھے یار کبھی مُنہ نہ دکھاوے گا نظیر　　ہر جگہ ہر کہیں ہر طور ستاوے گا نظیر
کوئی دن تیرے تئیں خوب جلاوے گا نظیر　　جو ملے گا تو یہی بات سناوے گا نظیر

نہ ملوں پر نہ ملوں اب تو یہ ٹھہرائی ہو

نظم نمبر ۱۶۹

خمسہ

(۱)
یوں تو اکثر ادھر آجاتے ہیں انسان کئی　　چاک ہو جاتے ہیں اپنے سے گریباں کئی
پر کہوں کیا کہ بنا حسن کے سامان کئی　　دیر سے آج جو نکلے بت ذیشان کئی

لے گئے صبر کئی دل کئی ایمان کئی

(۲)
اپنے ہم چشم تو یاں خون گئے ہیں رو رو　　میں بھی لایا ہوں پر اس کام کو اب اس حد کو
ایک شمہ تو یہ رونے کا مرے ہی سنلو　　اتنا رویا ہوں کہ اب لخت جگر کے یارو

ڈھیر ہیں چشم سے لے تا سر دامان کئی

(۳)
آہ جو جو گئے تھے حسرت دیدار میں مر　　سب تڑپتے تھے وہ بیتاب زمیں کے اندر
آخرش ہو کے پریشان ہمہ تن چشم و نظر　　اب تو ٹک مُنہ کو دکھا یار کہ نرگس بنکر

نکلے ہیں خاک چمن سے ترے حیران کئی

(۴)
اوے گر باد صبا اُس کی گلی سے تو ملوں　　سو تمنا سے میں نقش قدم آغوش میں لوں
چشم حیرت زدہ لے کفش کے نعلوں سے ملوں　　اُس کے دامن سے لگوں پانوں پڑوں ساتھ چلوں

خاک ہوں تو بھی مرے جی میں ہیں ارمان کئی

(۵)
ہاں کہنا مرا اے شوخ ہٹیلے چنچل　　گو کہ اب قمری و بلبل ہیں بڑی ہی ہل چل
مُنہ دکھانے میں غریبوں کے نہیں اتنا مچل　　آخر آیا ہی تو گلشن میں بھی ٹک اب تو چل

یاں بھی رہتے ہیں ترے چاک گریبان کئی

(۶) پان کھانا ہے ترا قتل کے عالم کا نشان
دیکھ کہتا ہوں ستمگر مری اس عرض کو مان
اور خوباں کی طرح اپنے تو ہنسنے کو نہ جان
پان کھا کھا کے نہ ہنس اسقدر اے دشمن جان
ابھی بھر جائیں گے خوں میں لب و دندان کئی

(۷) جب سے اُس شوخ کی ابرو نے کیا تیغ کو مات
اب کہوں کیا میں بھلا اس ستم و ظلم کی بات
بیگناہوں کے سر اوپر ہے نہایت آفات
نظر آتے ہیں مجھے اُس کی گلی میں دن رات
ٹکڑے ٹکڑے کئی بسمل کئی بیجان کئی

(۸) یہ وہ جاگہ ہے کہ اس جا میں تو بن ٹھن کے نہ آ
آہ جاگیں گے تو پھر حشر کریں گے برپا
اور جو آوے تو رقیبوں کے تئیں ساتھ نہ لا
آن کر گور غریباں میں قیامت نہ مچا
ابھی سوئے ہیں ترے بے سروسامان کئی

(۹) جب سے اُس خسرو خوباں نے کیا مجھ کو اسیر
کیونکر اس خاک نشینی کو نہ سمجھوں میں سریر
جی بھی ہے شاد مرا دل بھی ہے سو عیش پذیر
بادشاہ کو نہ لکھا رقعہ کبھی جسنے نظیر
اُس شہ حُسن سے آئے مجھے فرمان کئی

نظم نمبر ۱۷

موتی

(۱) رہے ہیں اب تو پاس اُس شوخ کے شام و سحر موتی
ادھر جگنو ادھر کچھ بالیوں میں جلوہ گر موتی
جبین پر موتی اور بیسر میں موتی مانگ پر موتی
بھرے ہیں اُس پری میں اب تو یارو سر بسر موتی
گلے میں کان میں نتھ میں جدھر دیکھو ادھر موتی

(۲) کوئی اُس چاند سے ماتھے کے ٹیکے میں اُچھلتا ہے
لپٹ کر دُھگدگی میں کوئی سینہ پر مچلتا ہے
کوئی بندوں سے مل کر کان کی نرموں میں ملتا ہے
کوئی جھمکوں میں جھولے ہے کوئی بالی میں ہلتا ہے
یہ کچھ لذت ہے جب اپنا چھدلاتے ہیں جگر موتی

(۳) کبھی وہ ناز میں ہنس کر جو کچھ باتیں بناتی ہے
تو اک اک بات میں موتی کو پانی میں بہاتی ہے

ادا و ناز میں چنچل عجب عالم دکھاتی ہے
وہ سُمرن موتیوں کی اُنگلیوں میں جب پھراتی ہے
تو صدقے اُس کے ہوتے ہیں پرے ہر پور پر موتی

(۴) غلط ہے اُس لب رنگیں کو برگِ گل سے کیا نسبت
اُداہٹ کچھ مسی کی اور کچھ اُس پر پان کی رنگت
کہ جن کی ہے عقیق اور یتے اور یاقوت کو حسرت
وہ ہنستی ہے تو کھلتا ہے جواہر خانۂ قدرت
ادھر لعل اور اُدھر نیلم اِدھر مرجان اُدھر موتی

(۵) کبھی جو بال بال اپنے میں وہ موتی پروتی ہے
بدن بھی موتی سر تا پانوں سے پہنے بھی موتی ہے
نزاکت سے عرق کی بوند بھی مکھڑے کو دھوتی ہے
سراپا موتیوں کا پھر تو اک گچھا وہ ہوتی ہے
کہ کچھ وہ خشک موتی کچھ پسینے کے وہ تر موتی

(۶) گلے میں اُس کے جس دم موتیوں کے ہار ہوتے ہیں
نہ تنہا رشک سے قطراتِ شبنم دل میں روتے ہیں
چمن کے گل سب اُس کے وصف میں موتی پروتے ہیں
فلک پر دیکھ کر تارے بھی اپنا ہوش کھوتے ہیں
پہن کر جس گھڑی بیٹھے ہے وہ رشکِ قمر موتی

(۷) وہ زیور موتیوں کا واہ اور کچھ تن وہ موتی سا
سراپا زیب و زینت میں وہ عالم دیکھ کر اُس کا
پھر اُس پر موتیا کے ہار بازوبند اور گجرا
جو کہتا ہوں ارے ظالم ٹک اپنا نام تو بتلا
تو ہنس کر مجھ سے یوں کہتی ہے وہ جادو نظر موتی

(۸) کڑے پازیب توڑے جس گھڑی آپس میں لڑتے ہیں
کسی دل سے بگڑتے ہیں کسی کے جی پہ اڑتے ہیں
تو ہر جھنکار میں کس کس طرح باہم جھگڑتے ہیں
کڑے سونے کے کیا موتی بھی اُس کے پانوں پڑتے ہیں
اگر باور نہیں دیکھو ہیں اُس کی کفش پر موتی

(۹) خفا ہو اندنوں کچھ روٹھ بیٹھی ہے جو ہم سے وہ
چلے آتے ہیں آنسو دل پڑا ہے ہجر میں غش ہو
تو اُس کے غم میں جو ہم پر گذرتا ہے سو مت پوچھو
وہ دریا موتیوں کا ہم سے روٹھا ہو تو پھر یارو
بھلا کیونکر نہ برساوے ہماری چشمِ تر موتی

(۱۰) شفق میں اتفاقاً جیسے سورج ڈوب کر نکلے
و یا ابرِ گلابی میں کہیں بجلی چمک جاوے

بیان ہو کس طرح سے آہ اُس عالم کو کیا کہیے — تبسم کی جھلک میں یوں جھمک جاتے ہیں دانت اُسکے

کسی کے یک بیک جس طور جاتے ہیں بکھر موتی

(۱۱)

ہمیں کیونکر پریزادوں سے بوسوں کے نہوں لینے — جڑاؤ موتیوں کے اس غزل پر وارئیے گہنے

سُخن کی کچھ جو اُس کے دل میں ہو اُلفت لگی رہنے — نظیر اس ریختہ کو سُن وہ ہنس کر یوں لگی کہنے

اگر ہوتے تو میں دیتی تجھے اک تھال بھر موتی

نظم نمبر ۱۷۱

پری کا سراپا

(۱) آنکھ اور اُس کے لوازم ۔

خونریز کرشمہ ناز و ستم غمزوں کی جھکاوٹ ویسی ہی — مژگاں کی سناں نظروں کی انی ابرو کی کھچاوٹ ویسی ہی

قتّال نگہ اور دشت غضب آنکھوں کی لگاوٹ ویسی ہی — پلکوں کی جھپک پتلی کی پھرت سُرمے کی لگاوٹ ویسی ہی گھلاوٹ

عیار نظر مکار ادا تیوری کی چڑھاوٹ ویسی ہی

(۲)

بیدرد ستمگر بے پروا بیکل چنچل چٹکیلی سی — دل سخت قیامت پتھر سا اور باتیں نرم رسیلی سی

آنون کی بان ہٹیلی سی کاجل کی آنکھ کٹیلی سی — وہ انکھیاں مست نشیلی سی کچھ کالی سی کچھ پیلی سی

چتون کی دغا نظروں کی کپٹ سینوں کی لڑاوٹ ویسی ہی

(۳) سُرمہ اور دوپٹہ

تھی خوب دوپٹہ کی سر پہ سنجاف تمامی کی اُلٹی — بلدار لٹیں تصویر جبیں جکڑی مینڈھی سجی کنگھی

دل لوٹ نچاوے اب کیونکر اور دیکھ نہ نکلے کیونکر جی — وہ رات اندھیری بالوں سے وہ مانگ چمکتی بجلی سی

زُلفوں کی کھُلت پٹی کی جمت چوٹی کی گندھاوٹ ویسی ہی

(۴) ناک ۔ ٹھوڑی ۔ کان ۔ لویں ۔ بندے ۔ بالیاں

اُس کا فربینی اور نتھ کے انداز قیامت شان بھرے — اور گھرے چاہِ زنخداں میں سو آفت کے طوفان بھرے

وہ نرمے صاف ستارا سے اور موتی سے دامان بھرے — وہ کانِ جواہر کان بھرے کن پھولوں بالے جان بھرے

بُندے کی لٹک جُھمکے کی جھمک بالے کی ہلاوٹ ویسی ہی

(۵) چہرے کی عالم کیفیت اور تبسم و کلام کی خوبی لب و دنداں کی رنگینی کے ساتھ

چہرے پر حُسن کی گرمی سے ہر آن چمکتے موتی سے — خوشرنگ پسینے کی بوندیں سو بار جھمکتے موتی سے

ے تمامی ایک قسم کا ریشمی کپڑا ۔

ہنسنے کی ادا میں پھول جھڑے، باتوں میں ٹپکتے موتی سے
وہ پتلے پتلے ہونٹھ غضب، اور دانت چمکتے موتی سے
پانوں کی رنگاوٹ قہر ستم، دھڑیوں کی جماوٹ ویسی ہی

(۶) انگیا اور گات کا حُسن۔

اُس مینے کا وہ چاک ستم، اُس کرتی کا تنزیب غضب
اُس قد کی زینت قہر بلا، اُس کا فرچھب کا زیب غضب
اُن ڈبیوں کا آزار بُرا، اُن گیندوں کا آسیب غضب
وہ چھوٹی چھوٹی سخت کچیں، وہ کچے کچے سیب غضب
انگیا کی بھڑک، گوٹوں کی جھمک، بندوں کی کساوٹ ویسی ہی

(۷) ہاتھوں اور انگلیوں کا عالم۔

تھی پہنے دونوں ہاتھوں میں کافر جو کڑے گنگا جمنی
کچھ شوخ کڑوں کی جھنکاریں، کچھ جھمکے چوڑی باہوں کی
یہ دیکھ کے عالم عاشق کا سینے میں نہ تڑپے کیونکر جی
وہ پتلی پتلی انگشتیں، پوریں وہ نازک نازک سی
مہندی کی رنگت، فندق کی نبت، چھلّوں کی چھلاوٹ ویسی ہی

(۸) بانہ بازو، پہنچا اور زیور۔

تقریر بیاں سے باہر ہے، وہ کافر حُسن اہا ہا ہا
کچھ آپ نئی، کچھ حُسن نیا، کچھ جوشش جوانی اُٹھنی کا
لپکیں جھپکیں ان باہوں کی، یا رو میں آہ کہوں کیا کیا
وہ بانکے بازو ہوش رُبا، عاشق سے کھیلے بانک پٹا
پہونچی کی پہنچ، پہونچے پہ غضب، بانکوں کی بندھاوٹ ویسی ہی

(۹) کھڑے ہونے پر رفتار کا عالم۔

وہ کافر دھج جی دیکھ جسے سو بار قیامت کا لرزے
پازیب، کڑے، پایل، گھنگرو، کڑیاں، چھڑیاں، گجرے، توڑے
ہر جنبش میں سو جھنکاریں، ہر ایک قدم پہ سو جھمکے
وہ چنچل چال جوانی کی، اُونچی ایڑی، نیچے پنجے
کفشوں کی کھٹک، دامن کی جھٹک، ٹھوکر کی لگاوٹ ویسی ہی

(۱۰) رفتار کا ترقی یافتہ عالم۔

اک شورِ قیامت ساتھ چلے، نکلے کافر جس دم بن ٹھن
بلدار کمر، رفتار غضب، دل کی قاتل، جی کی دشمن
مذکور کروں کیا اب یارو، اُس شوخ کے کیا کیا چنچل پن
کچھ ہاتھ ہلیں، کچھ پانوں ہلیں، پھڑکے بازو، تھرکے سب تن
گالی وہ بلا تالی، وہ ستم، اُنگلی کی نچاوٹ ویسی ہی

(۱۱) عاشق کے ساتھ برتاو۔

یہ ہوش قیامت کافر کا، جو بات کہوں وہ سب سمجھے
رُوٹھے، مچلے، سو سوانگ کرے، باتوں میں لڑے، نظروں میں ملے
یہ شوخی پھرتی بیتابی، ایک آن کبھی نچلی نہ رہے
چنچل، اچپل، مٹکے، چٹکے، سر کھولے، ڈھانکے، ہنس ہنس کے
قہقہ کی ہنساوٹ اور غضب، ٹھٹوں کی اڑاوٹ ویسی ہی

ــــــــ

۱؎ اَنگیا کی ڈھکی۔ ۲؎ تنگی۔ ۳؎ جھکے جھوری۔

۵؎ بھڑک۔ چمک۔ دمک۔ ٹیپ ٹاپ۔ رونق۔ زیب و زینت۔ نمود۔ تکلّف۔

(۱۲) معشوقانہ ستم اور تغافل

کبھی مارے چٹکی لے کے چھیڑے جھڑکے دیوے گالی
نظروں میں صاف اُڑا لے دل اُس ڈھب کی کافر عیاری
ہر آن چہ خوش ہر دم اچھا ہر بات خوشی کی چہل بھری
اور ہٹ جاوے سو کوس پرے گر بات کہوں کچھ مطلب کی

رمزوں کے ضلعے غمزوں کی جگت ٹھٹھوں کی اُڑاوٹ ویسی ہی 　(۱ ضلع)

(۱۳) اشتعالِ شوق کی تدبیریں

قاتل ہر آن نئے عالم کا فرہر آن نئی جھمکیں
دل بس کرنے کے لاکھوں ڈھب جی لینے کی سو سو گھاتیں
بانکی نظریں ترچھی پلکیں بھولی صورت میٹھی باتیں
ہر وقت بھبین ہر آن سجیں دم دم میں بدلے لاکھ سجیں

باہوں کی جھپک گھونگٹ کی ادا جوبن کی دکھاوٹ ویسی ہی

(۱۴)

جو اُس پر حسن کا عالم ہو وہ عالم حور کہاں پاوے
جب ایسا حسن بھبھوکا ہو دل تاب بھلا کیونکر لاوے
گر پردہ منہ سے دور کرے خورشید کو چکر آ جاوے
وہ مکھڑا چاند کا ٹکڑا سا جو دیکھ پری کو غش آوے

گالوں کی دمک چوٹی کی جھمک نگوں کی کھلاوٹ ویسی ہی

(۱۵) ظاہر کی ناراضی

تصویر کا عالم نکھ سکھ سے چھب تختی صاف پری کی سی
بیدردی سختی بہتیری اور مہر و محبت تھوڑی سی
کچھ چین جبیں پر اینٹھ رہی اور ہونٹھوں میں کچھ گالی سی
جھوٹی عیاری ناک چڑھی بھولی بھالی پکّی پیسی

باتوں کی لگاوٹ قہر ستم نظروں کی ملاوٹ ویسی ہی

(۱۶) ناز - غرور - شرم بانک پنا - عام عالم جوانی -

کچھ ناز و ادا کچھ مغروری کچھ شرم و حیا کچھ بانک پنا
کچھ شور جوانی اُٹھنی کا چڑھتا ہو اُمنڈ کر جوں دریا
کچھ آمد حسن کے موسم کی کچھ کافر حسن رہا گدرا
وہ سینہ اُبھرا جوش بھرا وہ عالم جس کا جھوم رہا

شانوں کی اکڑ جوبن کی تکڑ سج دھج کی سجاوٹ ویسی ہی

(۱۷) گدی - گلا - گردن -

یہ کافر گدّی کا عالم گھبرائے پری بھی دیکھ جسے
دل لوٹے تڑپے ہاتھ ملے اور غش کھاوے جی دیکھ جسے
وہ گورا صاف گلا ایسا بہ جاوے موتی دیکھ جسے
وہ گردن اونچی حسن بھری کٹ جائے صراحی دیکھ جسے

دائیں کی مڑت بائیں کی پھرت مونڈھوں کی کھچاوٹ ویسی ہی

(۱۸)

جب ایسے حسن کا دریا ہو کس طور نہ لہروں میں بہیے
دل لوٹ گیا ہو غش کھا کر بس اور تو آگے کیا کہیے
گر مہر و محبت ہو بہتر اور جور و جفا ہو تو سہیے
مل جائے نظیرؔ ایسی جو پری چھاتی سے لپٹ کر سو رہیے

بوسوں کی بھپک بغلوں کی لپک سینوں کی ملاوٹ ویسی ہی

نظم نمبر ۱۷۲

خواب کا طلسم

(۱)
یارو ذرا سنو یہ عجب سیر ہو پڑی ۔ صحنِ چمن میں ابر کی آکر لگی جھڑی
پی کر شراب عیش کی ہر دم کڑی کڑی ۔ کل بے خبر ہو رات کو سویا میں جس گھڑی
اُس خواب میں مجھے اک عمارت نظر پڑی

(۲)
آئی نظر جو مجھ کو وہ نادر محل سرا ۔ دل میں پری کے باغ کا مجھ کو یقیں ہوا
جب اُس مکاں کے پاس میں ڈرتا ہوا گیا ۔ دیکھوں تو اُس کا ہے درِ دولت سرا کھلا
آیا یہ دل میں دیکھیے چل کر کوئی گھڑی

(۳)
پہونچا یونہیں میں اُس چمن زر فشان میں ۔ جھمکے مکاں جو اُس کے مرے آن آن میں
عالم سنہرے پردوں میں اور سائبان میں ۔ کیا دیکھتا ہوں جا کے میں ہر اک مکان میں
سونے کی کھان ہے کہ بھی پھرتی ہے پڑی

(۴)
گلشن کہیں چمن کہیں شیشہ صراحی جام ۔ فرشِ طلا بچھا کہیں یکسر جڑت کا کام
تھی نقرئی زمین تو سنہرے تمام بام ۔ طاق و رواق اُس کے جھمکتے تھے یوں مدام
گویا کہ اینٹ اینٹ جواہر کی ہے جڑی

(۵)
دیکھی جو میں نے ہائے وہ کافر سی مہ لقا ۔ اوپر نظر گئی جو مری سر سے تا بپا
صورت وہ قہر چاند کا ٹکڑا سا بے بہا ۔ اور حسن کا بیان تو جاتا نہیں کہا
نقشہ وہ جس کے پاؤں پہ لوٹے پری پڑی

(۶)
خونریز ابرو جان کی قاتل ہر اک نگاہ ۔ مژگاں وہ برچھیوں کو لیے تل رہی سپاہ
مہندی سے انگلیوں نے کیے خونِ بے گناہ ۔ آنکھوں میں کھچ رہا تھا وہ کاجل غضب سیاہ
پڑ جائے جس سے دل میں فرشتوں کے ہڑبڑی

(۷)
زلفیں وہ مشکناب سی چہرہ وہ چاند سا ۔ جگنوں رہا گلے میں ستارہ سا جگ مگا

سے گہنے کا وصف یا کہ بدن کی کہوں صفا | جاتا تھا سُرخ جوڑے میں تن یوں جھمک دکھا
گویا شفق میں آن کے بجلی چمک پڑی

(۸) رکھّے تھی اُنگھڑی تو یہ عالم وہ بہ جبیں | شاید کہ اس طرح کی نہ ہو گی پری کہیں
حسرت سے آن کر مری آنکھوں نے واں عجب یہ | دیکھی جو اس بہار کی کافر وہ نازنیں
دل لوٹ پوٹ ہو گیا جاں غش مین جا پڑی

(۹) کیا کیا کہوں میں شوخ کے عالم بناؤ کا | تصویر بن رہی تھی لگا سر سے تا بپا
اُس دم بندھی تھی اُس کے غضب آن کر ہوا | کانو کھڑی ہوئی تھی عجب ڈھب سے بن بنا
اک ہاتھ میں لے آئینہ اک ہاتھ میں چھڑی

(۱۰) دیکھی جو وہاں یہ میں نے طلسمات کی ہوا | عالم جو اہرات کا ہر جا چمک رہا
اُس کی چمک جھمک کی بہاریں کہوں میں کیا | چمکا جو وہ مکان مری آنکھوں میں نور سا
حیرت سے عقل آن کے چکّر میں جا پڑی

(۱۱) ایسا مکان تو میں نے نہ دیکھا تھا نہ سُنا | دیوانہ ہو میں چاروں طرف دیکھنے لگا
چاہا کہ دیکھوں کوٹھے کے اوپر نظر اُٹھا | اتنے میں اک طرف سے جو پردہ سا اُٹھ گیا
بجلی سے کچھ چمک گئی آنکھوں میں اُنگھڑی

(۱۲) اُنگھڑی ہوئی تھی جو واں ناگہاں وہ شوخ | لیتی تھی ہر نگاہ میں عاشق کی جاں وہ شوخ
کچھ چلبلی نگاہ تھی کچھ انکھڑیاں وہ شوخ | کرتی تھی سیر چاروں طرف کی جو واں وہ شوخ
اتنے میں پھرتی اُس کی نظر مجھ پہ آ پڑی

(۱۳) اُس کی نگہ کے آنے کا میں کیا کروں بیاں | بجلی تھی یا کہ تیر تھی گولی تھی یا سناں
میری طرف کو دوڑ کے آتی تھی ناگہاں | میری نظر بھی دوڑ کے اُس کی نظر سے واں
ایسی لڑی کہ خوب لڑی خوب ہی لڑی

(۱۴) بارے نظر کے لڑتے ہی کچھ کم ہوا حجاب | اُلفت کی آ کے دونوں طرف سے کھنچی طناب

اتنے میں دیکھ دیکھ کے وہ رشکِ ماہتاب　　اک بار کھکھلا کے ہنسی اور اُٹھ شتاب

کافر وہ میرے پاس ہی آ کر ہوئی کھڑی

(۱۵) کہنے لگی کہ تو نے بُلایا ہے کیوں مجھے　　دے خواب کو دُعا کہ نہ پاتا تو یوں مجھے

چاہت میں اپنی ڈوبا ہوا دیکھا جوں مجھے　　ہنس کر لپٹ گلے سے لگی کہنے یوں مجھے

آ اس محل میں چل کے کریں عیش دو گھڑی

(۱۶) اُس گل بدن سے جبکہ ملی آ کے مجھ کو داد　　مارے خوشی کے کچھ نہ رہی تن بدن کی یاد

کیونکر بھلا نہ عیش و طرب دل کو ہو زیاد　　میری تو اُس پری سے یہی عین تھی مُراد

سُنتے ہی دل کی کھلگئی ہر ایک پھلجھڑی　　ن گل جھڑی

(۱۷) پالا پڑا جو مجھ کو اُس آبِ حیات سے　　جاں آگئی بدن میں مرے اُس کی بات سے

آخر کو لے چڑھی مجھے کوٹھے پہ گھات سے　　دو چار جام مجھ کو پلا اپنے ہات سے

سو ناز سے پلنگ پہ مرے پاس آ پڑی

(۱۸) آنے سے اُس کے دل کا مرے کھل گیا چمن　　عیش و طرب کے ابر کی پڑنے لگی بھرن

نازک کمر وہ صاف شکم اور وہ نرم تن　　گُل سا ملا جو مجھ کو نیا گُدگُدا بدن

رگ رگ میں میرے چھُٹ گئی عشرت کی پھلجھڑی

(۱۹) لے کر بغل میں اُس کو لگایا جو ہیں گلے　　سو عشرتوں کے دل پہ مرے کھل گئے درے

حاضر ہوئے جب آن کے سب عیش اور مزے　　سینے سے سینہ مل گیا اور لب سے لب ملے

اُٹھنے لگی بہار مزوں کی دھڑی دھڑی　　ن لُٹنے

(۲۰) ایدھر تو جوشِ عشق اُدھر حُسن اور جنوں　　ناز و ادا کی آ کے لگی ہونے دھوپ دُھوں

ان عشرتوں میں آہ نصیبوں کو کیا کہوں　　چاہا میں اس پری سے جو کچھ اور کچھ کہوں

اتنے میں ہائے یار مری آنکھ کھل پڑی

(۲۱) یہ حادثہ جو مجھ پہ پڑا آ کے یک بیک　　آنکھوں سے میرے اُس گھڑی آنسو پڑے ٹپک

نیند اُڑ گئی، قرار گیا، جل گئی پلک ۔۔۔ جاگا کیا نظیر میں پھر آہ صبح تک
مَل مَل کے ہاتھ رات کی کاٹی گھڑی گھڑی

نظم نمبر ۱۷۳

(۱)
چلا جب گھر سے اک دلبر دلوں کو حُسن سے چھلنے ۔۔۔ عرق کو رُخ کے پلکوں کی جھپک پنکھا لگے جھلنے
لکھے تصویر کے سو نقش اور تعویذ ہیکل نے ۔۔۔ لگایا دام زُلفوں کے شکن نے، پیچ نے، بل نے
بنایا پان نے رنگ اور سنبھالا سحر کاجل نے

(۲)
وہ گُھڑے کی جھلک، آئینہ جس کو دیکھ ہو حیراں ۔۔۔ وہ کاکُل کی کُھلت جس پر فدا ہو سُنبل و ریحاں
مسی اور پان سے بھی مُنفعل ہوں لالہ نافرماں ۔۔۔ مرا دل دیکھتے ہی اُس صنم کو ہو گیا شاداں
نگاہیں دمبدم سو عیش و عشرت سے لگیں ملنے

(۳)
کئی بار اُس کی جانب میں نے جب بھر کر نظر دیکھا ۔۔۔ وہ عالم حُسن کا اُس کے بہت مجھ کو پسند آیا
وہ پیاری پیاری آنین، اور وہ بھولا بھولا رُخ اُس کا ۔۔۔ کبھی خوش ہو کے ہو ہو کی، کبھی بولا اہا ہاہا
عجب لُوٹے مزے اُس وقت نظارے کی اٹکل نے

(۴)
ہوئی دل کو مرے اُس آن حاصل کیا ہی خوش وقتی ۔۔۔ اُسے بھولا سمجھ کر میں نے دیکھی ہر ادا اُس کی
کبھی رُخ پر، کبھی زُلفوں کی جانب ٹکٹکی باندھی ۔۔۔ بنولا مُنہ سے ہر گز دیکھ کر وہ خوش دلی میری
مگر کُچھ کُچھ تبسّم کے شکر لب سے لگا ملنے

(۵)
وہ جس دم مُسکرایا پھر تو میں خوش ہو کے کُھل کھیلا ۔۔۔ ہوا دل کو یقیں میرے کہ یہ محبوب ہی بھولا
نہ یاں کُچھ خوف تیوری کا نہ یاں خطرہ ہی جھڑکی کا ۔۔۔ مجھے کر جُل سے غافل، بھولی صُورت کا بنا نقشا
کیا اک بار مُنہ غُصّے سے سُرخ عیّار اچپل نے

(۶)
مرے ہوش اُڑ گئے یارو جب اُس کی شکل یہ دیکھی ۔۔۔ وہیں گھبرا گیا اور سٹ پٹایا، عقل سب بھولی
کہا دل میں کروں اب کیا سمجھ تو ہو گئی اُلٹی ۔۔۔ اب اُس ظالم کے ہاتھوں سے بچاؤں کیونکر اپنا جی
اُٹھا کر جھپ قدم واں سے لگا گھر کی طرف چلنے

(۷) جب اُس عیار نے دیکھا کہ یہ اب یاں سے چل نکلا
کہا ہنس کر ارے پُرفن کہاں تو جانے پاوے گا
یہ سُن کر اَور بھی گھبرا گیا میں خوف سے اُس جا
چلا ڈرتا جو آگے کو تو وہ پھر ہنس کے یوں بولا
ارے آ کر مُفت نظارے بچا تم اب لگے ٹلنے

(۸) کہا جب اُس نے یہ پھر تو حواس اپنے مجھے بھولے
ٹھٹھک کر رہ گیا اُس جا نہ ہرگز چل سکا آگے
دکھائی عاجزی منّت بھی کی اور ہاتھ بھی جوڑے
ادب سے یوں کہا اب تو ہوئی تقصیر یہ مجھ سے
لگے قطرے پسینے کے مرے مُنہ سے وہیں ڈھلنے

(۹) نہ آیا رحم کچھ اُس کو بہت میں نے سماجت کی
نگہ نے سامنے آتے ہی سینے میں سناں جڑ دی
کمندِ زُلفِ پُرخم نے بھی گردن دل کی پھر جکڑی
لگے غمزے لگانے تیر ادھر دکھلا کے سو پھُرتی
اُدھر سے تیغ ابرو کی بھی پھر کیا کیا لگی چلنے

(۱۰) ادھر آن و ادا لپٹے کرشموں نے اُدھر گھیرا
اُدھر پلکوں کی نوکوں نے چبھویا دل میں نشتر سا
ادھر انداز نے دھج کی کیا دیوانہ و شیدا
اُدھر آنکھوں کے جادو نے بنایا باؤلا کیا کیا
ادھر کیں پھُرتیاں کیا کیا نگاہوں کی بھی چھل بل نے

(۱۱) کرے کیا واں کوئی جس جا یہ صُورت آن کر ٹھہرے
بچاوے دل کو پھر کیونکر کرے کیا اور کسے روکے
کہوں کیا اُس گھڑی کچھ بن نہ آیا دوستو مجھ سے
دکھا کر مُجھ کو اپنے واں زبردستی کے یہ نقشے
وہیں دل لے لیا جھٹ پٹ نظیرؔ اُس شوخ چنچل نے

نظم نمبر ۱۷۴

مرنے کا وقت

(۱) کل دیکھا خواب عجب ہم نے اک چنچل شوخ پری جھٹ سے
اک بار گلے سے آ لپٹی اور لیٹ پلنگ پر جھٹ پٹ سے
سینے سے سینہ لگتے ہی دل جوش میں آیا جھٹ پٹ سے
کچھ اور ارادہ تھا دل میں کمبخت کسی کی آہٹ سے

جب عین مزے کا وقت ہوا جب کھُل گئی آنکھ مری پٹ سے

(۲) تھا اَور مکاں اک خلوت کا اور عیش کی چیزیں تھیں دو سَحر

ہو ست نشوں میں آلپٹی دل کھول خوشی سے پی کر مَے

ہٹ پھیری ہوئی جب مستی میں تیار ہوئی جب وہ بھی شر

کیا عیش ملا تھا قسمت سے اک بار وہیں اس میں اَے ہَے

جب عین مزے کا وقت ہوا جب کھُل گئی آنکھ مری پٹ سے

(۳) اُس شوخ پری کے جوبن کا اک باغ کھلا تھا کیا کہیے

اور سُرخ بدن میں جوڑا تھا اور عطر لگا تھا کیا کہیے

دیکھ اُس کا سینہ حُسن بھرا کیا جوش اُٹھا تھا کیا کہیے

سب دل کی دل کے بیچ رہی کیا عیش مزا تھا کیا کہیے

جب عین مزے کا وقت ہوا جب کھُل گئی آنکھ مری پٹ سے

(۴) اک سُرخ پلنگ تھا نازک سا اور اُس پر سو سو تیاری

جب نیچے اوپر ہو لیٹے کیا عیش ہوئے بھاری بھاری

جس وقت وہ نوبت آپہونچی چھُٹ جاے ٭٭٭ کی پچکاری

اتنے میں چھُٹتے چھُٹتے ہی یہ آن پڑی سر پر خواری

جب عین مزے کا وقت ہوا جب کھُل گئی آنکھ مری پٹ سے

(۵) جو عیش مزے کی خواہش تھی موجود ہوئی تھی آکر سب

باہوں سے باہیں مُنہ سے مُنہ چھاتی سے چھاتی لب سے لب

جس بات کی ساری لذّت ہے اُس بات کی آکر ٹھہری جب

اور عیش طرب کے ہوتے ہی کیا قہر ہوا یہ ہاے غضب

جب عین مزے کا وقت ہوا جب کھُل گئی آنکھ مری پٹ سے

(۶) جس وقت پلنگ پر پہلو میں وہ چنچل اچپل جان پڑی
اُس جان صنم کے آتے ہی اس سُست بدن میں جان پڑی
گھٹنوں سے گھٹنے جا لپٹے اور ران سے اُوپر ران پڑی
* * * بھی ہونے نہیں پایا جو ہائے یہ آفت آن پڑی
جب عین مزے کا وقت ہوا جب کھُل گئی آنکھ مری پٹ سے

(۷) یہ تار بندھا تھا عشرت کا جو عیش پڑا اُلھراتا ہی
اور وقت * * * کے چھُٹنے کا آیا تو نہیں، پر آتا ہی
اتنے میں سر پر گشتیباں نرسنگا آن بجاتا ہی
کیا قہر ہوا، ہی کیا کہیے، اس بات پہ رونا آتا ہی
جب عین مزے کا وقت ہوا جب کھُل گئی آنکھ مری پٹ سے

(۸) کیا عیش وطرب کی ٹھہری ہی اور نیچے اُوپر آنے سے
سب چور اُچکّے سے بچکر جا پہونچا مال ٹھکانے سے
جی ڈوب رہا تھا لذّت میں اس عشرت عیش اُڑانے سے
اک بلّی اُس میں چیخ پڑی، اُس خندسی کے چلاّنے سے
جب عین مزے کا وقت ہوا جب کھُل گئی آنکھ مری پٹ سے

(۹) اُس وقت نشے کی لذّت میں آلپٹ ہوئی تھی اس گوں سے
کچھ تیر نگہ کے چلتے تھے، کچھ تیغ اُگلتے تھے بھوں سے
لگتے تھے ڈنکے عشرت کے، اور عیش کے بجتے تھے دھونسے
اک کتّا اس میں بھونک اُٹھا اس وقت اُسی کی بھوں بھوں سے
جب عین مزے کا وقت ہوا جب کھُل گئی آنکھ مری پٹ سے

(۱۰) کیا دھوم مچی تھی عشرت کی، اور عیش اُبلتے تھے بہ بہ

وہ ہم سے دوڑ لپٹتی تھی، ہم اُس سے لپٹتے تھے رہ رہ
کیا سخت مُصیبت آن پڑی، اس عیش کے عالم میں وہ وہ
کمبخت گدھا اک رینگ اُٹھا یکبارگی ڈھیچو ڈھیچو کہ
جب عین مزے کا وقت ہوا جب کُھل گئی آنکھ مری پٹ سے

(۱۱) جب ہوگی صُبح تو اے یارو، میں کیا کیا ہاتھ اُتاروں گا
اِس کُتّے بلّی کے پتھر، اور لٹھ گدھے کے ماروں گا
نر سنگے والے کو بھی لے اب خوب سا میں للکاروں گا
یہ بات نظیرؔ اس عشرت کی میں کیونکر ہائے بساروں گا[۱]
جب عین مزے کا وقت ہوا جب کُھل گئی آنکھ مری پٹ سے

نظم نمبر ۱۷۵

(۱) ہے دید فقط منظور جنھیں، وہ ہو کر جب بے کل نکلے
آ پہونچے اُس کے کوچے میں جوں کر دل چنچل نکلے
کیا کام انھیں جو ہنس بولے یا شوخی میں اچپل نکلے
ہے مقصد جنکے دیکھنے سے وہ گھر سے جب اک پل نکلے
ٹک دیکھ لیا، دل شاد کیا، خوش وقت ہوئے، اور چل نکلے

(۲) نہ پُوچھا اُن سے کون ہو تُم نہ اپنے جی کی بات کہی
نہ کرنا کچھ انکار پڑا نہ کہنا ٹھیرا یُوں نہیں سہی
جب چھوڑی خواہش بوسے کی پھر کاہے کو دشنام سہی
جب سُکھ ہو گئے چنچل سے سب چھوڑ ہوس یہ بات رہی
ٹک دیکھ لیا، دل شاد کیا، خوش وقت ہوئے، اور چل نکلے

(۳) بیچین ہوا دل سینے میں گر دیکھنے میں کچھ دیر ہوئی
گھبرا کے نکلے بے بس ہو اور شوق کی گھیر اگھیر ہوئی
بازار گلی اور کوچے میں ہر ساعت ہیرا پھیر ہوئی
تھی چاہ نظر بھر دیکھنے کی جس جا گہ پر ٹک پھیر ہوئی
ٹک دیکھ لیا، دل شاد کیا، خوش وقت ہوئے، اور چل نکلے

(۴) نہ خواہش پاس بٹھانے کی نہ منّت زُلف کھلانے کی
نہ غرض مسی کے ملنے کی نہ محبت پان چبانے کی

[۱] بساروں گا: فراموش کروں گا۔

	ہر جی میں چاہ بھری ایسی جوں شمع سے ہو پروانے کی	جس جا کہ پریت بھیر ہوئی ہر طرز یہی مل جانے کی
	ٹک دیکھ لیا، دل شاد کیا، خوش وقت ہوئے اور چل نکلے	
(۵)	بیتابی دل کے بیچ رکھی، اور خاطر رنج آیات رکھی	نہ کام رکھا مل بیٹھنے سے، نہ اور مطلب کی گھات رکھی
	اک حرف نلائے ہونٹوں پر، دُھن دیکھنے کی دن رات رکھی	جب سامنے آ گئے دلبر کے، منظور یہی اک بات رکھی
	ٹک دیکھ لیا، دل شاد کیا، خوش وقت ہوئے اور چل نکلے	
(۶)	اک آن نہیں کل پڑتی ہے ہر آنکھ چٹک لانے میں	نہ داخل جھڑکی کھانے میں نہ شامل ناز اٹھانے میں
	نہ ایما نہ تصریح رہی کچھ دل کا حال جتانے میں	بس ایک غرض ہم رکھتے ہیں یہ اُس تک آنے جانے میں
	ٹک دیکھ لیا، دل شاد کیا، خوش وقت ہوئے اور چل نکلے	
(۷)	ہے حسن بھی اُس کا ناز بھرا اور آن و ادا بھی پائی ہے	سر پاؤں سے لے اُس چنچل میں سو زینت اور زیبائی ہے
	جب گھر سے وہ دلبر نکلے، دل دیکھنے کا شیدائی ہے	ہم کو تو نظیر اس اُلفت میں اب طرز یہی بن آئی ہے
	ٹک دیکھ لیا، دل شاد کیا، خوش وقت ہوئے اور چل نکلے۔	

نظم نمبر ۱۷۶

(۱)	دکھلا کے جھمک جس کو ٹک چاہ لگا دیجے	پھر اُس کو بہت اے جاں بالا نہ بتا دیجے
	سو ناز اگر کیجے اُلفت بھی جتا دیجے	منظر کے ذرا در کو آگے سے ہٹا دیجے
	پھر ایک نظر اپنے مکھڑے کو دکھا دیجے	
(۲)	دیکھی ہے تمہارے جو چہرے کی جھمک اے جاں	دل سینے میں تڑپے ہے جو دیکھ لے پھر اک آں
	ہے ہم کو بہت مشکل، اور تم کو بہت آساں	ہے عرض یہی اب تو اے بادشہ خوباں
	پھر ایک نظر اپنے مکھڑے کو دکھا دیجے	
(۳)	چھپتے ہو عیاں ہو کر ہو تم اگر اس ڈھب کے	عاشق بھی تو شیدا ہیں چاہت ہی کے مطلب کے
	دیدار کی خواہش میں ہم یاں ہیں کھڑے کب کے	جس ڈھب سے دکھایا تھا، ویسی ہی طرح اب کے
	پھر ایک نظر اپنے مکھڑے کو دکھا دیجے	

(۴) آنکھیں بھی ترستی ہیں اور دل بھی بہت حیراں
گر حسن دکھا ہم کو بیتاب کیا ہے یاں
کل پڑتی نہیں اک دم بن دیکھے ہوئے اے جاں
تو مہر سے ٹک ہنس کر اے رشک مہ تاباں
پھر ایک نظر اپنے مکھڑے کو دکھا دیجے

(۵) آئی ہے نظر ہم کو جب سے وہ طرحداری
ٹک لیتے تمھیں ہم تو جو ہوتی نہ ناچاری
ٹھہری ہے اسی دن سے خاطر میں طلبگاری
گر ہم کو جلاتا ہے تو کر کے نمود اری
پھر ایک نظر اپنے مکھڑے کو دکھا دیجے

(۶) چھپنے کی اگر تم نے یاں آن سنواری ہے
بن دیکھے ہوئے ہم کو ہر سانس کٹاری ہے
تو بس نہیں کچھ اپنا مرضی یہ تمھاری ہے
کچھ اور نہیں خواہش یہ عرض ہماری ہے
پھر ایک نظر اپنے مکھڑے کو دکھا دیجے

(۷) دل بحر محبت میں ہر آن جو بہتا ہے
جی ہو کے بہت بے بس دکھ دوری کے سہتا ہے
اک آن تمھیں دیکھیں ارمان یہ رہتا ہے
بیکل ہو نظیر اب تو اے جان یہی کہتا ہے
پھر ایک نظر اپنے مکھڑے کو دکھا دیجے

نظم نمبر ۱۷۷

(۱) اپنے غمخواروں سے کوئی آن ہنس لے بول لے
پھر کہاں یہ دلبری یہ آن ہنس لے بول لے
دردمندوں کا نکال ارمان ہنس لے بول لے
دم غنیمت ہے ارے ناداں ہنس لے بول لے
مان لے کہنا مرا اے جان ہنس لے بول لے
حسن یہ دو دن کا ہے مہمان ہنس لے بول لے

(۲) آج تجھ کو حق نے دی ہے حسن و خوبی کی بہار
کوندنا بجلی کا اور جوبن کا مت گن اعتبار
چاہنے والے سے کر لے کچھ سلوک و مہر و پیار
کاٹھ کی ہانڈی نہیں چڑھتی ہے پیارے بار بار
مان لے کہنا مرا اے جان ہنس لے بول لے
حسن یہ دو دن کا ہے مہمان ہنس لے بول لے

(۳)
اب تو مُنہ گل ہی پیارے پھر دھتورا آکھ ہی — آج یہ گلشن کھلا ہی کل کو سوکھا ساکھ ہی
جو اُٹھا شعلہ بھبھوکا آخر ش کو راکھ ہی — چار دن کی چاندنی اور پھر اندھیرا پاکھ ہی

مان لے کہنا مرا ای جان ہنس لے بول لے
حُسن یہ دو دن کا ہی مہمان ہنس لے بول لے

(۴)
اس قدر مت کر مری جان اپنے جوبن پر گماں — یہ نہیں رہتا سدا کا فر کسی کے پاس ہاں
جب گرے دانت اور پڑیں چہرے کے اوپر جھُریاں — پھر یہ ہنسنا بولنا اور پھر یہ اچھلیاں کہاں

مان لے کہنا مرا ای جان ہنس لے بول لے
حُسن یہ دو دن کا ہی مہمان ہنس لے بول لے

(۵)
ایسا کوئی حُسن والا آہ تو ہم کو بتا — جس کی خوبی کا ہمیشہ ایک سا عالم رہا
کیوں خفا ہوتا ہی ہم سے یاد رکھ ای دلربا — ہاتھ آتا ہی نہیں کافر یہ جوبن جب گیا

مان لے کہنا مرا ای جان ہنس لے بول لے
حسن یہ دو دن کا ہی مہمان ہنس لے بول لے

(۶)
کیا ہمارا حال دل خوبی سے تجھے کہتی نہیں — یا ہماری چاہ تیرے ناز کو سہتی نہیں
آہ کھیتی حسن کا فر کی ہری رہتی نہیں — ناو کاغذ کی ہی پیارے یہ سدا بہتی نہیں

مان لے کہنا مرا ای جان ہنس لے بول لے
حسن یہ دو دن کا ہی مہمان ہنس لے بول لے

(۷)
کیسے کیسے خوبرویاں ہو گئے ہیں میری جان — اپنے غمخواروں سے کیا کیا کر گئے ہیں خوبیاں
تو جو روٹھا روٹھا ہم سے رہتا ہی نامہرباں — دیکھ پچتاوے گا غافل حُسن پر مت کر گماں

مان لے کہنا مرا ای جان ہنس لے بول لے
حُسن یہ دو دن کا ہی مہماں ہنس لے بول لے

(۸)
حُسن کا عالم ستمگر ہر گھڑی ملتا نہیں — گل بھی کھل کر ایک باری جان پھر کھلتا نہیں

مُجھ سے تیرا رُوٹھنا ہر دم کا اب جھلتا نہیں
دودھ اور دل جب پھٹا پیارے یہ پھر ملتا نہیں

مان لے کہنا مرا اے جان ہنس لے بول لے
حُسن یہ دو دن کا ہے مہمان ہنس لے بول لے

(۹)
آج تو عاشق کا سر ہے جان تیرا پاؤں ہے
منّتیں ہوتی ہیں اور تیری نہیں کچھ بھاؤں ہے
اب یہ معشوقی کا سکّہ آج تیرے ناؤں ہے
بھول مت اس پر میاں یہ ڈھلتی پھرتی چھاؤں ہے

مان لے کہنا مرا اے جان ہنس لے بول لے
حُسن یہ دو دن کا ہے مہمان ہنس لے بول لے

(۱۰)
دل غریبوں کے جو پیارے تُجھ سے اب گھبرائیں گے
لیک اک دن تجھ کو بھی خُوباں یوں ہی کلپائیں گے
بات کو ہنس نے کو دے دے جھڑکیاں ترسائیں گے
پانڈے جی پچھتائیں گے وہی چنے کی کھائیں گے

مان لے کہنا مرا اے جان ہنس لے بول لے
حُسن یہ دو دن کا ہے مہمان ہنس لے بول لے

(۱۱)
اپنے اپنے وقت میں کیا کیا پریرو بن رہے
چاندسے مکھڑے رہے اور گل سے اُن کے تن رہے
نہ کسی کا دھن رہے اور نہ سدا جوبن رہے
نہ سدا پھولے تُرئی اور نہ سدا ساون رہے

مان لے کہنا مرا اے جان ہنس لے بول لے
حُسن یہ دو دن کا ہے مہمان ہنس لے بول لے

(۱۲)
اب تو چہرے پر ہے تیرے حُسن و خوبی کی جھلک
خواہ تو ہنس بول ہم سے خواہ غُصّہ ہو جھڑک
لیک جب جاتی رہے گی یہ جھمک اور یہ چمک
پھر جو بولے گا تو ہر ایک یوں کہے گا چل نہ بک

مان لے کہنا مرا اے جان ہنس لے بول لے
حُسن یہ دو دن کا ہے مہمان ہنس لے بول لے

(۱۳)
اب نظیر آگے ترے رہتا ہے حاضر صبح و شام
پیار سے ہنس بول پیارے پی مئِ اُلفت کا جام
پھر کہاں یہ دلبری یہ عیش کی باتیں کلام
کُچھ نہ رہوے گا رہے گا آخرش اللہ کا نام

مان لے کہنا مرا اے جان ہنس لے بول لے
حسن یہ دو دن کا ہے مہمان ہنس لے بول لے

نظم نمبر ۱۷۸

(۱)
کیا تاب ہے جو گل رخ نظریں چھپائے ہم سے
ہم وہ میاں ہیں اللہ پالا نہ ڈالے ہم سے
کچھ ہو پہ دو نگاہیں ہنس کر ملائے ہم سے
رہتے ہیں ہاتھ باندھے اب حسن والے ہم سے

اک دم کو آ گئے ہیں منہ مت چھپالے ہم سے
ٹک ہنس کے اوپری رو آنکھیں لڑالے ہم سے

(۲)
اس حسن کا پڑا ہے کانوں میں جب سے جھنکا
دیدار کی طلب کو پیالا بنا نین کا
ہو کر فقیر ہمنے جامہ رنگا ہے تن کا
سیلی پہن کے تاکا منکا پھرا کے منکا

اک دم کو آ گئے ہیں منہ مت چھپالے ہم سے
ٹک ہنس کے اوپری رو آنکھیں لڑالے ہم سے

(۳)
اپنی تو عشق میں ہی گذری جوانی پیری
اے دل جلوں کے دلبر ہے وقتِ دستگیری
یا کاکلوں کے پھندے یا زلف کی اسیری
تیرے ہی دیکھنے کو اب ٹھان کر فقیری

اک دم کو آ گئے ہیں منہ مت چھپالے ہم سے
ٹک ہنس کے اوپری رو آنکھیں لڑالے ہم سے

(۴)
آگے بھی بھیس ہم نے بدلے ہیں کتنی باری
جوگی بھی بن چکے ہیں مندیل بھی سنواری
زنار باندھی قشقہ کھینچا ہے ہو پجاری
آزاد ین کے اس دم ہیں دید کے بھکاری

اک دم کو آ گئے ہیں منہ مت چھپالے ہم سے
ٹک ہنس کے اوپری رو آنکھیں لڑالے ہم سے

(۵)
بانکے بھی ہو کے ہمنے اس دید کو اڑایا
بانک و پٹا و بلم گدکا و لٹھ پھرایا
شمشیر اور سپر کو اک عمر گھڑ گھڑایا
جھمکا تمھارا اس دم ہم کو جو یاد آیا

اک دم کو آ گئے ہیں، مُنہ مت چھپا لے ہم سے
ٹک ہنس کے اوپری رو آنکھیں لڑا لے ہم سے

(۶)
پھر کتنے روز ہمنے بجا بئے کا پالا
اُس حال میں بھی کتنے خوباں کو دیکھ ڈالا
پنجرا اگلھری، طوطا، شکرا اشکارا روالا
اب دیکھنے کو تیرے یہ سوانگ کر کے لالا

اک دم کو آ گئے ہیں، مُنہ مت چھپا لے ہم سے
ٹک ہنس کے اوپری رو آنکھیں لڑا لے ہم سے

(۷)
شیشے میں مُدتوں تک ہمنے پلنگ اُتارا
کتنے پری رُخوں کو جا پیرنے میں مارا
تصویریں بیچنا بھی کتنے دنوں بچارا
اب دیکھنے کو تیرے ہو کر فقیر، یارا

اک دم کو آ گئے ہیں، مُنہ مت چھپا لے ہم سے
ٹک ہنس کے اوپری رو آنکھیں لڑا لے ہم سے

(۸)
کشتی میں کتنی مُدت ہمنے بدن کو توڑا
سو گُل بدن کے تن کو من مانتا مروڑا
جو ڈھب تھا اُس ہنر کا کوئی نہ ہمنے چھوڑا
اب خوبرو کا پیارے دُنیا میں دیکھ توڑا

اک دم کو آ گئے ہیں، مُنہ مت چھپا لے ہم سے
ٹک ہنس کے اوپری رو آنکھیں لڑا لے ہم سے

(۹)
جوڑے کبوتروں کے کتنے دنوں اُڑائے
کنکوے، چنگ، گڈے، تُکلیں، تپنگ بنائے
گھٹ والے بن ہزاروں چھاپے تلک لگائے
ہیں دید کے جو دل میں لاکھوں مزے سمائے

اک دم کو آ گئے ہیں، مُنہ مت چھپا لے ہم سے
ٹک ہنس کے اوپری رو آنکھیں لڑا لے ہم سے

(۱۰)
پھر لعل بھی لڑائے، اور گلد میں بھی پالیں
جنگل میں کل لگائی، اور پدڑیاں سنبھالیں
ڈبیوں میں ڈال مکھی، بل بکریاں بنالیں
کیا کیا نہ ہمنے پیارے پھر پھدکیاں نچالیں

اک دم کو آ گئے ہیں، مُنہ مت چھپا لے ہم سے

ٹک ہنس کے اوپری رو آنکھیں لڑائے ہم سے

(۱۱) اس شہر میں ہزاروں گو خوبرو بتاں ہیں
کس میں یہ اچپلاہٹ، کس میں یہ شوخیاں ہیں
لیکن بتاؤ کس کی یہ پیاری انکھڑیاں ہیں
انداز کر کے دل میں تجھ میں جو خوبیاں ہیں

اک دم کو آ گئے ہیں، منہ مت چھپالے ہم سے
ٹک ہنس کے، اوپری رو آنکھیں لڑائے ہم سے

(۱۲) خیرادی ہو کے ہمنے لٹو چکئی بنائے
پھر ہو کے سرمہ والے سرمہ بہت لگائے
اس میں بھی کتنے لڑکے خیراد پر چڑھائے
ریچھوں تلک لڑائے، بندر تلک نچائے

اک دم کو آ گئے ہیں، منہ مت چھپالے ہم سے
ٹک ہنس کے، اوپری رو آنکھیں لڑالے ہم سے

(۱۳) اب تو نظیر تیرا ہی مہمان، پیارے
بوسے کئی ولادے ہونٹوں سے، جان، پیارے
آ کر گلے لپٹ جا ای مہربان پیارے
تیرے ہی دیکھنے کا رکھ دل میں دھیان، پیارے

اک دم کو آ گئے ہیں، منہ مت چھپالے ہم سے
ٹک ہنس کے، اوپری رو آنکھیں لڑالے ہم سے

نظم نمبر ۱۷۹

۴

(۱) جس دن سے ادا مجھ کو اس بت کی لگی پیاری
دل پھنس گیا زلفوں میں اس شوخ کی اک باری
اور کھب گئی آنکھوں میں چنچل کی طرح داری
دیوانگی آپہونچی، جاتی رہی ہشیاری

کیا کیجئے، ہوئی اب تو یاں دل کی گرفتاری

(۲) ملتا ہوں جو ٹک جا کر تو مجھ سے وہ لڑتا ہی
گردن کو پکڑ میری سر کو بھی رگڑتا ہی
کچھ بات جو کہتا ہوں جھنجھلا کے جھگڑتا ہی
جو جو وہ دکھاتا ہی سب دیکھنا پڑتا ہی

کیا کیجئے، ہوئی اب تو یاں دل کی گرفتاری

(۳) اک چاہ کے دریا میں دن رات میں بہتا ہوں
غوطہ بھی جو کھاتا ہوں تو کچھ نہیں کہتا ہوں

ہر دم کے ستم اُس کے میں کھینچتا رہتا ہوں　　جو ظلم وہ کرتا ہے ناچار میں سہتا ہوں

کیا کیجے ہوئی اب تو یاں دل کی گرفتاری

(۴) صورت جو کبھی اُس کی ٹک دیکھنے جاتا ہوں　　تیوری وہ چڑھاتا ہے میں خوف میں آتا ہوں
جھڑکے ہے خفا ہو کر جب حال دکھاتا ہوں　　وہ گالیاں دیتا ہے میں سر کو جھکاتا ہوں

کیا کیجئے ہوئی اب تو یاں دل کی گرفتاری

(۵) دل دے کے سبب مجھے یارو دُکھ درد ہوا لاہا　　پلکوں نے ستمگر کی اب دل کو مرے راہا
روتا ہوں تو کہتا ہے کیوں تو نے مجھے چاہا　　جتنا وہ ستاتا ہے کہتا ہوں اہاہاہا

کیا کیجئے ہوئی اب تو یاں دل کی گرفتاری

(۶) کہتا ہے تجھے میں تو ہر آن کڑھاؤں گا　　کچلوں گا ترے دل کو اور جی کو جلاؤں گا
کوچے سے نکالوں گا ہر وقت ستاؤں گا　　میں اُس سے یہ کہتا ہوں جی سب یہ اُٹھاؤں گا

کیا کیجئے ہوئی اب تو یاں دل کی گرفتاری

(۷) تقصیر نہ ہووے گی کچھ خدمتِ سامی میں　　ہو گا وُہی آوے گا جو رائے گرامی میں
آنے کی نہیں خاطر ہر گز مری خامی میں　　حاضر ہے نظیرؔ اے جان اس وقت غلامی میں

کیا کیجئے ہوئی اب تو یاں دل کی گرفتاری

نظم نمبر ۱۸۰

(۱) گاہے بخندہ لب شکر آمیز می کنی　　گاہے بہ عشوہ غمزۂ خونریز می کنی
ہر ناز دل فریب و دل آویز می کنی　　القصہ ہر ادا ستم انگیز می کنی

دیدار می نمائی و پرہیز می کنی
بازارِ خویش و آتشِ ما تیز می کنی

(۲) پہلے لگا لی دل کو مرے تو نے اپنی چاہ　　جب لگ چلے ہم آہ تو لی تو نے اپنی راہ
سمجھے ترا فریب ہم اے شوخِ کج کلاہ　　اچھی یہ رسم تو نے نکالی ہے واہ واہ

دیدار مے نمائی و پرہیز مے کنی
بازارِ خویش و آتشِ ما تیز مے کنی

(۳)
اوّل دکھا کے دُور سے وہ حُسنِ مہر سوز
ہم دیکھتے ہی رہ گئے آشفتہ تیرہ روز
پھر چھُپ گیا تو دل میں لگا تیر سینہ دوز
سوچا جو ہمنے خوب تو ہے شمعِ دل فروز

دیدار مے نمائی و پرہیز مے کنی
بازارِ خویش و آتشِ ما تیز مے کنی

(۴)
روویں نہ تیرے ہاتھ سے ہم کیونکہ زار زار
اب ہم تو بیقرار ہیں اور تو خوشی ہے یار
دلدار بن کے تونے کیا ہم کو دل فگار
کیونکر نہ ہو خوشی کہ ترا ہے یہی شعار

دیدار مے نمائی و پرہیز مے کنی
بازارِ خویش و آتشِ ما تیز مے کنی

(۵)
غمزے سے پہلے جھانک کے چہرہ دکھا دیا
اپنا بڑھایا حُسن کیا ہم کو مُبتلا
جب ہم نے کی نگہ تو لیا پردے میں چھپا
صد آفریں ہے اے مرے عیّار مہ لقا

دیدار مے نمائی و پرہیز مے کنی
بازارِ خویش و آتشِ ما تیز مے کنی

(۶)
زُلفوں کا اپنی ہم کو دکھا تو نے پیچ و تاب
جب پھنس گئے ہم آہ تو جھٹکا دیا شتاب
ڈالا ہمارے دل میں تعشّق کا اضطراب
اب فطرتوں کا تیری غرض ہے یہی جواب

دیدار مے نمائی و پرہیز مے کنی
بازارِ خویش و آتشِ ما تیز مے کنی

(۷)
مکر و فریب تو جو کرے ہے نیا نیا
تیری جو شوخیوں سے وہ آگاہ بسکہ تھا
وہ سب نظیر جانے ہے اے شوخِ دلربا
سعدی جبھی یہ بیت گلستاں میں لکھ گیا

دیدار مے نمائی و پرہیز مے کنی

بازار خویش و آتش ما تیز مے کنی

نظم نمبر ۱۸۱

(۱)
اگر تجھ میں اے پری رو یا مہر یا جفا ہے
یاراستی کا ملنا یا سربسر دغا ہے
کر تو وہی جو تیرے اب دل کو خوش لگا ہے
ہم جانتے نہیں ہیں کچھ نیک و بد کہ کیا ہے

راضی ہیں ہم اُسی میں جس میں تری رضا ہے
یاں یوں بھی واہ وا ہے اور ووں بھی واہ وا ہے

(۲)
کچھ دل میں ہے تو دل کی آبادیاں بھی کر لے
جور و ستم کی اپنے اُستادیاں بھی کر لے
بیدرد ہے تو ظالم بیدادیاں بھی کر لے
جلاد ہے تو کافر جلادیاں بھی کر لے

راضی ہیں ہم اُسی میں جس میں تری رضا ہے
یاں یوں بھی واہ وا ہے اور ووں بھی واہ وا ہے

(۳)
اب در پہ اپنے ہم کو رہنے دے یا اُٹھا دے
ہم سب طرح سے خوش ہیں رکھ یا ہوا بتا دے
عاشق ہیں نر قلندر چاہے جہاں بٹھا دے
یا عرش پر چڑھا دے یا خاک میں ملا دے

راضی ہیں ہم اُسی میں جس میں تری رضا ہے
یاں یوں بھی واہ وا ہے اور ووں بھی واہ وا ہے

(۴)
گر مہر سے بلاوے تو خوب جانتے ہیں
اور جور سے ڈباوے تو ڈوب جانتے ہیں
ہم اس طرح بھی تجھ کو مرغوب جانتے ہیں
اور اُس طرح بھی تجھ کو محبوب جانتے ہیں

راضی ہیں ہم اُسی میں جس میں تری رضا ہے
یاں یوں بھی واہ وا ہے اور ووں بھی واہ وا ہے

(۵)
اک دن وہ تھا کہ ہم پر تھے عیش کے دھڑاکے
یاں مطلبوں کے ہم پر اور غیر پر کڑاکے
اب غیر پر کرم ہے اور ہم پہ ہیں جھڑاکے
ہم سب طرح خوشی ہیں سنتا ہے او لڑاکے؟

راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تری رضا ہے

یاں یوں بھی واہ وا ہے اور ووں بھی واہ وا ہے

(۶) یا دل سے اب خوشی ہو کر پیار ہم کو پیارے
جیتا رکھے تو ہم کو یا تن سے سر اُتارے
یا تیغ کھینچ ظالم ٹکڑے اُڑا ہمارے
اب تو نظیر عاشق کہتے ہیں یہ پکارے

راضی ہیں ہم اُسی میں جس میں تری رضا ہے
یاں یوں بھی واہ وا ہے اور ووں بھی واہ وا ہے

نظم نمبر ۱۸۲

جوگی کا رُوپ

(۱) میاں میں کیا کہوں اک روز اپنے دل کی حیرانی
نہ خوش آیا مجھے گلشن، نہ آبادی، نہ ویرانی
پڑی جب ہجر کی آکر مرے دل پر پریشانی
اُٹھا کر ناتھ جی سے اور یہ دل میں مصلحت ٹھانی

کسی صورت سے چل کر دیکھیے کیسا ہے وہ جانی

(۲) پھر آیا سوچ یہ دل میں اگر یونہی چلے چلیے
مگر ایسا کوئی بہروپیے کا سوانگ اب کیجے
جو وہ پہچان جاوے واں تو ناحق مُفت میں مریے
کہ اُس کو دیکھیے بھی خوب اور جی کو بھی رکھ لیجے

جہاں میں زندگانی بھی میاں مشکل ہے پھر پانی

(۳) یہ کہتا تھا میں جی میں عشق نے یہ بات لا ڈالی
اُٹھا مُندرے نگلے کے بیچ سیلی بر ملا ڈالی
منگا تھوڑا سا گیرو اور وہیں کفنی رنگا ڈالی
لگا مُنہ سے بھبوت اور شکل جوگی کی بنا ڈالی

ہوا سر پانوں سے اودھوت جوگی جوگ کا گیانی

(۴) بنا بالوں کا انڈوا کھول بال اور ہو کے متوالا
اُٹھا تونبی کو اور کاندھے کے اوپر رکھ مرگ چھالا
چبا آکھ اور دھتورا کر دیا آنکھوں کو گُل لالا
پھرا ہاتھوں میں سُمرن اور گلے میں ڈال کر مالا

چلا پڑھتا ہوا گرگا سبدا اور ناتھ کی بانی

(۵) جب آیا یار کے در پر تو واں سنکھ آن کر پھونکا
صدا سُنتے ہی وہ محبوب گھبرا کر نکل آیا

ولیکن دیکھتے ہی مجھ کو اُس عیار نے تاڑا　　پُکارا آؤ جوگی جی، بڑی کی آج تو کرپا

جو کچھ درکار ہو سب لیجے منگا دھونی، امل، پانی

(۶)
مرا دل خوش ہوا یعنے مجھے اُس نے نہیں جانا　　اور اُس عیار نے پہلے ہی یاروٗ مجھ کو پہچانا

کہا جوگی جی کس نگری میں ہے اب آپ کو جانا　　کبھی آگے تھے آئے، یا ابھی اس جا ہوا آنا

لگا عیارگی سے جان کر دینے انا کانی

(۷)
پھر اُس میں کھلکھلا کر ہنس دیا اور دیکھ کر مجھ کو　　کہا جوگی جی اب تم ٹک ہمارے پاس آبیٹھو

ذرا کپڑے اُتار و جوگ کے اور مُنہ کو دھو ڈالو　　بھبوت ایسی ہی ملنی ہے تو پھر مُنہ سے لگا لیجو

یہ کہہ کر اور وہیں لا رکھ دیا آگے مرے پانی

(۸)
جو میں پانی وہ مُنہ دھونے کو اُس کافر نے رکھوایا　　وہیں دھڑ کا مرا دل، اور پُکارا لو غضب آیا

کہاں کا ہوکے جوگی تو نے پیچھے جھاڑ لگوایا　　مجھے آتے ہی کھویا، سر بھی اپنا مُفت کٹوایا

بھلا کب مجھ کو چھوڑے گا وہ قاتل دُشمنِ جانی

(۹)
یہ کہتا تھا میں جی میں، اس میں قاتل کھینچکر تیغا　　پُکارا کیوں بے جوگی تو نے اب تک مُنہ نہیں دھویا

نہ تھا یہ تو دم میں دم، ولیکن ہوش جب آیا　　زمیں پر لوٹ تب کچھ پھینک ایسا واں سے ہر بھاگا

کہ جیسے چھوٹ کر بھاگے کوئی وحشیِ بیابانی

(۱۰)
پُکارا دیکھیو جانے نپاوے دوڑیو لیجو　　ولیکن میں جو بھاگا پھر کہاں پاوے کوئی مجھ کو

لگا کہنے کبھی آنا ادھر کو پھیر بھی جوگی ہو　　سمجھنا ہے کسی دن، سوانگ تو نے ہیں کیے جو جو

بھلا بے سب تری شوخی شرارت ہمنے پہچانی

(۱۱)
نظیر اُس دم مجھے جب بھاگنے کی گھات یاد آئی　　چھٹا ظالم کے پھندے سے دوبارہ زندگی پائی

جہاں لیجا کے میرے بھی خبر جس جس نے پہونچائی　　ہر اک غمخوار نے مجھ سے کہا آکر کے، ای بھائی

خُدا کے واسطے، ایسی نہ کیجیو پھیر تو نادانی

ساتواں باب شوخی و ظرافت

نظم نمبر ۱۸۳

لولی پیر

(۱)
۔۔ ۔۔ جو ۔۔ ۔۔ کوئی ہو جاتی ہے بڑھیا
ہر کام میں ہر بات میں شرماتی ہے بڑھیا
پھر جان کھپانے سے وہ شرماتی ہے بڑھیا
دن رات اسی سوچ میں غم کھاتی ہے بڑھیا
سر دھنتی ہے، اکتاتی ہے، گھبراتی ہے بڑھیا
یہ درد وہی جانے جو ہو جاتی ہے بڑھیا

(۲)
جب پیٹ ملائی سا وہ دیتا تھا دکھائی
اور آ کے بڑھاپے کی ہوئی جب کہ چڑھائی
کھانے کو چلی آتی تھی مصری و ملائی
سب اڑ گئی کافور وہ ملائی و مٹھائی
اس غم سے نہ کچھ پیتی ہے، نہ کھاتی ہے بڑھیا
یہ درد وہی جانے جو ہو جاتی ہے بڑھیا

(۳)
وہ حسن کہاں جس سے کوئی پاس بٹھاوے
جب سوکھ گیا تنہ تو جھک خاک دکھاوے
چھاتی وہ کہاں جس پہ کوئی ہاتھ چلاوے
عاشق تو جواں کاہے کو پھر ناز اٹھاوے
بوڑھے کو بھی ہرگز نہیں خوش آتی ہے بڑھیا
یہ درد وہی جانے جو ہو جاتی ہے بڑھیا

(۴)
جب مُنہ میں نہ ہوں دانت تو مِسّی ملے کیا خاک
پلکوں میں سفیدی ہو تو کاجل لگے کیا خاک
اور سر کے جھڑے بال تو کنگھی کرے کیا خاک
جب ناک ہی سوکھی ہو تو پھر نتھ کھلے کیا خاک
اس خواری خرابی میں پھر آجاتی ہے بُڑھیا
یہ درد وہی جانے جو ہو جاتی ہے بُڑھیا

(۵)
جب تک کہ نئی عمر تھی چڑھتی تھی جوانی
جب بوڑھی ہوئیں پھر لگیں کہلانے پُرانی
ہر کوئی یہ کہتا تھا: کہاں جاتی ہو جانی؟
ٹھہریں کہیں خالہ، کہیں دادی، کہیں نانی
ہیں نام تو اچھے یہ کہ شرماتی ہے بُڑھیا
یہ درد وہی جانے کہ ہو جاتی ہے بُڑھیا

(۶)
بُڑھیا کو بُڑھاپے میں یہ دُکھ ہوتا ہے لینا
مُنہ پیٹ وہ ہمسائے سے کہتی ہے کہ "بھینا،
نوچی کو کسی ڈھب کی نصیحت ہو جو دینا
ناحق کی لڑائی ہے نہ لینا ہے نہ دینا
اک چار گھڑی سے مجھے پُنوائی[ا] ہے بُڑھیا"
یہ درد وہی جانے جو ہو جاتی ہے بُڑھیا

(۷)
ٹک دیکھیو یارو، یہ بُڑھاپے کی ہے خواری
نوچی کی طرف دار ہو گھر میں سے پکاری:
ہمسائے کے سُنتے ہی لگی دل میں کٹاری
کیا بات ہوئی تجھ سے، وہ کچھ مجھ کو بتا ری
جس بات پہ دو پہر سے تَرّاتی ہے بُڑھیا"
یہ درد وہی جانے جو ہو جاتی ہے بُڑھیا

(۸)
وہ کہتی ہے: "بھینا، یہ گزرتی نہیں ڈھڈّھو
لب اپنے ذرا بند یہ کرتی نہیں ڈھڈّھو
اور قہرِ خدا سے بھی یہ ڈرتی نہیں ڈھڈّھو
کیا سخت خرابی ہے، یہ مرتی نہیں ڈھڈّھو"
اس حال کو آخر کو پہنچ جاتی ہے بُڑھیا
یہ درد وہی جانے جو ہو جاتی ہے بُڑھیا

[ا] پُنوانا گالیاں سُنوانا، فضیحتی کروانا۔

(۹)
ایسا جو مرے پاس لگے جاے گی جھانپو
سب کھا چکی، مجھ کو بھی یہ اب کھاے گی جھانپو
اک روز مجھے گھر سے نکلواے گی جھانپو
وہ کون سا دن ہوگا جو مر جاے گی جھانپو
اب تو مجھے ڈاین سی نظر آتی ہے بڑھیا
یہ درد وہی جانے جو ہو جاتی ہے بڑھیا

(۱۰)
نوچی جو وہ خادار کوئی پاس رہی آ
جب کبڑی کمر ہوگئی اور سر ہوا گالا
تو روٹی ملی، ورنہ لگی کاتنے چرخا
مُنہ سوکھ کے چرمخ ہوا اور تن ہوا تکلا
پھر روٹی کو چرخے سے کما کھاتی ہے بڑھیا
یہ درد وہی جانے جو ہو جاتی ہے بڑھیا

چرخا

(۱۱)
کیا وقت بڑھاپے کا بُرا ہوتا ہے واللہ
اس خوار خرابی سے بھی سن کر غمِ جاں کاہ
بیگانے تو کیا، اپنے کو پھر ہوتی نہیں چاہ
رگ رگ کے جوانی کی مصیبت میں نظیر آہ
آخر کو اسی سوچ میں مر جاتی ہے بڑھیا
یہ درد وہی جانے جو ہو جاتی ہے بڑھیا

نظم نمبر ۱۸۴
سچے نفس کش !

(۱)
بیٹا ہوا کسی کے جو سن پاویں ہیجڑے
ناچیں بجا کے تالیاں اور گاویں ہیجڑے
سنتے ہی اس کے گھر میں پھر آجاویں ہیجڑے
لے کے بیل[1] بھاو بھی تبلاویں ہیجڑے
اُس کے بڑے نصیب جہاں جاویں ہیجڑے

(۲)
ظاہر میں گرچہ پیٹ کے اپنے مزورے ہیں
+ + + نہ ان کے پاس نہ دونوں + + + ہیں
پر دل میں اپنے فقر کے گہنے کو گھورے ہیں
خاصے لنگوٹ بند خدا کے یہ پورے ہیں
بیٹا دعا سے بانجھ کے جنواویں ہیجڑے

[1] وہ پیسے جو بطور انعام دیے جاتے ہیں۔

(۳)
پورے فقیر نفس کُشی کا کریں ہیں شغل
جو نفس مارتے ہیں وہ کرتے ہیں اُن کی نقل
ان میں بھی بعضے رکھتے ہیں کتنے خدا سے وصل
سچ پوچھیے تو نفس اُنھوں نے کیا ہے قتل
کیا مرد ہیں کہ مرد ہیں کہلاویں ہیجڑے

(۴)
یوں دیکھنے میں گرچہ یہ ہلکے سے مال ہیں
ہم کو تو پر انھوں سے ادب کے خیال ہیں
ناچیں ہیں، ننگ جوگ کا کرتے سوال ہیں
اکثر انھوں کے بھیس میں صاحب کمال ہیں
جو کچھ مراد مانگو وہ برلاویں ہیجڑے

(۵)
باتیں بھی اِن کی صاف ہیں، ملنا بھی صاف ہے
ظاہر بھی ان کا صاف ہے جیوڑا بھی صاف ہے
سینہ بھی ان کا آینہ، مُکھڑا بھی صاف ہے
آگا بھی ان کا صاف ہے پیچھا بھی صاف ہے
جب ایسے زندہ دل ہوں تو کہلاویں ہیجڑے

(۶)
چلتے ہیں اپنے حال میں کیا کیا مٹکتی چال
آتا ہے ان کو دیکھ مجرّد کے دل کو حال
کچھ اُونچی اُونچی چولیاں، کچھ لمبے لمبے بال
* * * کو لات مارکے اک دم میں دے نکال
وہ مرد وا کہ جس کے تئیں بھاویں ہیجڑے

(۷)
یہ جان پچھلے اب جو کہلاتے ہیں خوش صفیر
مُدّت سے ہو رہا ہے ارادہ یہ دل پزیر
ہے دل ہمارا ان کی محبت میں اب اسیر
اللہ ہمیں بھی دیوے جو بیٹا تو اے نظیر
ہم بھی بُلا کے خوب سے نچواویں ہیجڑے

نظم نمبر ۱۸۵

حُسنِ طلب

(۱)
کیوں جان کبھی ہم سے اشارات کی ٹھہرے
خلوت میں ذرا لطف و عنایات کی ٹھہرے
جس گھات کا ارمان ہو اُس گھات کی ٹھہرے
یا دن کی مقرر ہو، و یا رات کی ٹھہرے
دل کھول کے اس دم تو ملاقات کی ٹھہرے

جان، آج تو پھر ہم سے اُسی بات کی ٹھہرے

(۲)
اب دل نے ہمارے جو اُسی بات کو چاہا، پھولوں کا اسی واسطے گہنا ہے بنایا
کیا وقت ہے، کیا آن ہے، دیکھو تو آہا ہا!، بوندیں بھی پڑی برسیں ہیں، بادل بھی گھر آیا

دل کھول کے اس دم تو ملاقات کی ٹھہرے
جان، آج تو پھر ہم سے اُسی بات کی ٹھہرے

(۳)
یہ تم نے جو اُنگیا پہ لپیٹا ہے ڈوپٹا، جی ہم سے یہ کہتا ہے کہ مار اس پہ چھپٹا
لو دل کو ہمارے نہ کرو اس گھڑی کھٹا، دیں گے وہ روپیہ، جس میں نہ ہو کوڑی کا بٹا

دل کھول کے اس دم تو ملاقات کی ٹھہرے
جان، آج تو پھر ہم سے اُسی بات کی ٹھہرے

(۴)
اب رنگ جو یہ پان مسی کا ہے جھمکتا، توڑا بھی پڑا اب چکے ہے، جگنوں بھی دمکتا
یہ پیٹ، یہ سینہ ہے جو کُرتی میں جھلکتا، دیکھ اب تو اسے ہائے، یہ دل رہ نہیں سکتا

دل کھول کے اس دم تو ملاقات کی ٹھہرے
جان، آج تو پھر ہم سے اُسی بات کی ٹھہرے

(۵)
فرمایش اگر ہو کوئی تو ہم سے وہ فرماو، ہم سب طرح حاضر ہیں، ذرا ہم سے نہ شرماو
دیکھو تو ہمیں اس گھڑی ہے جوشن، بڑا تاو، اب دیر بھلا کرتی ہو کس بات کو، لو آو

دل کھول کے اس دم تو ملاقات کی ٹھہرے
جان، آج تو پھر ہم سے اُسی بات کی ٹھہرے

(۶)
کیا جانے یہ دن کون سا لایا تھا ہمیں گھیر، خالی نہ ہمیں چھوڑیو، اب کیجیو اندھیر
جو چاہیے حاضر ہیں وہ سب عیش کے آ ڈھیر، اب کام میں نیکی کے بھلا کرتے ہو کیوں دیر؟

دل کھول کے اس دم تو ملاقات کی ٹھہرے
جان، آج تو پھر ہم سے اُسی بات کی ٹھہرے

(۷) جو غنچہ دہن عقل میں اب رکھتے ہیں کچھ راہ
دیکھو تو بھلا کتنی تمھاری ہمیں ہو چاہ
وہ اپنے خریدار سے ہوتے نہیں گُم راہ
کیا منّت و زاری سے یہ کہتا ہو نظیرؔ آہ!

دل کھول کے اس دم تو ملاقات کی ٹھہرے
جانؔ آج تو پھر ہم سے اُسی بات کی ٹھہرے

نظم نمبر ۱۸۶

مزے کی باتیں

(۱) ... کی ترے آن کو پہچان گئی میں
لذّت میں بھری ہوں ۔ نہیں اوسان گئی میں
... کی ادا بھی تری پہچان گئی میں
مت ڈر مِرے ... سے کہ اے جان گئی میں

ہوتی ہوں ... اب تو یہی جان، گئی میں
اک اَور بھی ... ترے قربان گئی میں

(۲) کیا باندھا ہو ... میں تجھ ... کے صدقے
کیا تار بندھا ہو، میں ترے تار کے صدقے
کیا پیار سے مُنہ چومے ہو، اس پیار کے صدقے
... کی ... اور ترے ... کے صدقے

ہوتی ہوں ... اب تو یہی جان، گئی میں
اک اَور بھی ... ترے قُربان گئی میں

(۳) جوں جوں کہ لگاتا ہو تو اب تیر یہ کاری
بھاتی ہو مجھے دل سے تری، جان ...
لگتی ہو جگر میں مرے لذّت کی کٹاری
ہر جھوک کے صدقے ترے ہر وار کے واری

ہوتی ہوں ... اب تو یہی جان گئی میں
اک اَور بھی ... ترے قُربان گئی میں

(۴) ہر آن یہ ملنے کی، مری جان، ملے جا
مجھ کو بھی کھِلا عیش میں، اور تو بھی کھِلے جا

ہے وقت یہی میں بھی ... تو بھی ... جا
جس ڈھب سے ملا ہے تو اسی ڈھب سے ملے جا

ہوتی ہوں ... اب تو یہی جان، گئی میں
اک اَوْر بھی ... ترے قرباں گئی میں

(۵)
راضی ہوں میں اس دم مجھے ... میں کچل ڈال
بے کل ہوں مری جان، مری جان میں کل ڈال
جس چیز کے ... کی خوشی ہے سو وہ ... ڈال
... بھی ... اور مری ... بھی ... ڈال

ہوتی ہوں ... اب تو یہی جان، گئی میں
اک اَوْر بھی ... ترے قرباں گئی میں

(۶)
اُگتا ہے مرے دل میں ترے پیار کا پودا
مت چھوڑ قلم، جان، اب لکھے جا تو مسوّدا
کر ڈال تو ... سے مری ... کو ...
اب کے ہی ترے وار میں سب پار ہے سودا

ہوتی ہوں ... اب تو یہی جان گئی میں
اک اَوْر بھی ... ترے قرباں گئی میں

(۷)
اب آگے کو پیارے تری اُنگلی مرا چھلّا
خاطر میں نہ لا کچھ مرے ... کا تو کلّا
واں آن رہوں گی جہاں تیرا ہے محلّا
ہوتی ہے گڑھی فتح سے کیے جا یہ ہلّا

ہوتی ہوں ... اب تو یہی جان گئی میں
اک اَوْر بھی ... ترے قرباں گئی میں

(۸)
جو مجھ کو نشا ہے، وہی اب تجھ کو نشا ہے
کیا جوڑ برابر کا یہ اس وقت لگا ہے
میری بھی نئی عمر ہے، اور تو بھی نیا ہے
ہنس ہنس کے ... جا یہی ... کا مزا ہے

ہوتی ہوں ... اب تو یہی جان گئی میں
اک اَوْر بھی ... ترے قرباں گئی میں

(۹)
کرتی ہوں ترے ... جو اس دم میں ...
... ہی تو جا، دیکھ نہ کچھ راہ نہ بے راہ
مت اس سے ڈرا اے جان، میں بڑھاتی ہوں تری چاہ
ہے عین یہی وقت ترے سر کی قسم آہ !

ہوتی ہوں ... اب تو یہی جان، گئی ہیں
اک اَوْر بھی ... ترے قُربان گئی ہیں

(۱۰) یہ تار جو باندھا ہے، نہ بڑھ اس میں نہ گھٹ جا
ہے وقت یہی، اب مری ... سے ... جا
اک دم تو اسی تار کے بندھنے میں سمٹ جا
میں تجھ سے ... جاتی ہوں تو مجھ سے ... جا

ہوتی ہوں ... اب تو یہی جان، گئی ہیں
اک اَوْر بھی ... ترے قُربان گئی ہیں

(۱۱) اب تجھ سے میں اک کوڑی بھی ... نہیں لوں گی
جاوے گا جہاں تو میں ترے ساتھ چلوں گی
ہاں کھول تجھے اپنی میں چنپا کلی دوں گی
خدمت سے تری ٹک نہ ٹلی ہوں، نہ ٹلوں گی

ہوتی ہوں ... اب تو یہی جان، گئی ہیں
اک اَوْر بھی ... ترے قُربان گئی ہیں

(۱۲) ... ہے جو ہر دم مرے سینے سے تو سینہ
ڈوبا ہے پسینے میں ترے تن کا نگینہ
کیا خوب تجھے آوے ہے ... کا قرینہ
لا اپنے دوپٹے سے ترا پونچھوں پسینہ

ہوتی ہوں ... اب تو یہی جان، گئی ہیں
اک اَوْر بھی ... ترے قُربان گئی ہیں

(۱۳) میری تو ... ہٹ گئی اور ... بھی سرکی
قُربان ترے، یہ تو مہم تو نے ہی سر کی
پر تو نے تو اب شام سے ... میں سحر کی
آ لے لوں بلائیں میں ذرا تیری ... کی

ہوتی ہوں ... اب تو یہی جان، گئی ہیں
اک اَوْر بھی ... ترے قُربان گئی ہیں

(۱۴) اب غم میں بہاوے گا تو میں غم میں بہوں گی
سن یار نظیر، اب تو یہی تجھ سے کہوں گی
دُکھ درد دکھاوے گا، تو دُکھ درد سہوں گی
جب تک کہ جیوں گی، تری لونڈی ہی رہوں گی

ہوتی ہوں ... اب تو یہی جان، گئی ہیں

اک اور بھی ... ترے قربان گئی میں

نظم نمبر ۱۸۷

برہ کی کوک

(۱)
بن دل برکیوں کر چھوٹے اب میرے دل کی کلی کلی — قول بچن کر کر چھوٹا مجھ سے پھر چھوٹی خبر نہ لی
گشت لگا کتوال کا پھرنے، چوکی بیٹھی گلی گلی — اُس بن جی گھبراتا ہے، اور لگتی نہیں کچھ بات بھلی

شام گزر گئی، یار نہ آیا، رات بھی آدھی آن ڈھلی
آؤ پڑوسن ... کھیلیں، بیٹھے سے بیگار بھلی

(۲)
اب میرا تو وہ حال ہوا ہے جیسے ہو دیں قلم دوات — میان کہیں تلوار کہیں، ہو عیش مزے کی کیوں کر بات
نیند اُچٹ گئی کروٹ چل گئی کاٹے نہیں کٹتی ہے رات — خالی خولی کیا بیٹھیں، ٹک جی بہلاویں مل کر سات

شام گزر گئی یار نہ آیا رات بھی آدھی آن ڈھلی
آؤ پڑوسن ... کھیلیں، بیٹھے سے بیگار بھلی

(۳)
اُس چھوٹے کی راہ کو تکتے تکتے انکھیں گئیں پتھرا — پھول پلنگ پر سیج کے میرے غم سے سوکھ گئے مرجھا
کاجل ڈھلکا، سُر نہ بگڑا، مُنہ میں پان ہوا پھیکا — جی اُکتاوے، دل گھبراوے، آہ! بھلا اب کیجے کیا؟

شام گزر گئی یار نہ آیا رات بھی آدھی آن ڈھلی
آؤ پڑوسن ... کھیلیں، بیٹھے سے بیگار بھلی

(۴)
جس کا جھوٹا وعدہ ہو پھر ویسے کی کیا کیجے چاہ — جو نہ بنا ہے اپنے سے، تو اُس سے کیجے کیا نرباہ
آنا تو اب تک آجاتا، اب کیا دیکھیں ہم اُس کی راہ — کیوں کر جی کو چین پڑے، اور کیوں کر دل سمجھاویں آہ!

شام گزر گئی، یار نہ آیا، رات بھی آدھی آن ڈھلی
آؤ پڑوسن ... کھیلیں، بیٹھے سے بیگار بھلی

(۵)
کیا دُکھڑا دوں، رات کی میری مُفت گئی سب تیاری — کاجل مستی پھیکی پڑ گئی، اور سنگار ہوا بھاری

انگیا میں کچھ پھڑک پھڑک کے سُست ہوئیں بیاریاں ہاری — سینہ دھڑکے ... پھڑکے۔ جاؤں میں کیدھر من ہاری

شام گزر گئی یار نہ آیا رات بھی آدھی آن ڈھلی
آؤ پڑوسن ... کھیلیں بیٹھے سے بیگار بھلی

(۶) آج نہ اُس کے آنے میں کیا کیا نہ میری موج بہی — کس کس دُکھ کی سختی دیکھی، کس کس دُکھ کی بات سہی
دردو الم جو گزرے ہیں، کچھ جاتی نہیں اب بات کہی — کیا کیجے اور کیا کہیے سب جی کی جی کے بیچ رہی

شام گزر گئی یار نہ آیا رات بھی آدھی آن ڈھلی
آؤ پڑوسن ... کھیلیں بیٹھے سے بیگار بھلی

(۷) رات کہا میں یار کا اپنے نام بتا کچھ اے تصویر — سُن کر غصہ ہو کر بولی اُس جھوٹے کا نام **نظیر**
پھر ہمسائی سے یوں بولی بھر کر آہ، اور ہو دل گیر — رات پہاڑ اور دل نہیں لگتا آہ! کریں اب کیا تدبیر!

شام گزر گئی یار نہ آیا رات بھی آدھی آن ڈھلی
آؤ پڑوسن ... کھیلیں بیٹھے سے بیگار بھلی

نظم نمبر ۱۸۸

تجرّد کے مزے

(۱) نہ شوخ پری زاد کے بولوں میں مزا ہے — نے نازنین پریوں کے ٹھٹھولوں میں مزا ہے
اُکڑوں نہ صفا بیٹھ کے ... میں مزا ہے — آوازِ پلنگ میں، نہ کھٹولوں میں مزا ہے

لڈو میں نہ پیڑوں میں نہ اولوں میں مزا ہے
جو مردِ مجرّد کے ... میں مزا ہے

(۲) ہے ... کی گرمی میں جو از بس کہ بھرا رس — کہتے ہیں اسی واسطے اس کام کو ٹھہر رس
سو عیش کے لیتے ہیں مزے ... کو کس کس — لذت جو ہے اس کام کی، کیا کیا میں کہوں بس

لڈو میں نہ پیڑوں میں نہ اولوں میں مزا ہے

جو مردِ مجرّد کے ... میں مزا ہی

(۳) پسیا جو ہوا پاس تو ... کو بُلایا — ... نہ ملی تو کسی ... کے چلایا
اور جو نہیں سوراخِ پلنگ میں ہی ... — یا اپنے ... میں ہی کام اپنا چلایا

لڈّو میں نہ پیڑوں میں نہ اولوں میں مزا ہی
جو مردِ مجرّد کے ... میں مزا ہی

(۴) ... کے اگر ... کو جی سُنّے کو چاہا — تو آپ لگے کہنے 'میاں چھوڑ دے آہا'
چوڑی کو بجا دل کا مزا اپنے بناہا — کیا عیش ... کے بھی ہوتے ہیں اہاہا

لڈّو میں نہ پیڑوں میں نہ اولوں میں مزا ہی
جو مردِ مجرّد کے ... میں مزا ہی

(۵) ... کے لیے خوار نہ ... سے ہیں بدنام — نے چاہیے کوڑی نہ یہ ... پڑے اک دام
جی چاہا جسے لینے لگے اُس کا وہیں نام — سچ ہی کہ ... میں ہو سب چیز کا آرام

لڈّو میں نہ پیڑوں میں نہ اولوں میں فزا ہی
جو مردِ مجرّد کے ... میں فزا ہی

(۶) گر ہوتی نہ عالم میں ... کے لیے راہ — تو عابد و زاہد کا نہ ہوتا کبھی نرباہ
... کی نہ درکار، نہ ... کی رہی چاہ — اس عیش کی لذّت کہوں کیا تجھ سے نظیرؔ آہ!

لڈّو میں نہ پیڑوں میں نہ اولوں میں مزا ہی
جو مردِ مجرّد کے ... میں مزا ہی

نظم نمبر ۱۸۹

چوہوں کا اچار!

(۱)
پھر گرم ہوا آن کے بازار چوہوں کا
ہم نے بھی کیا خوانچہ طیّار چوہوں کا
سرپانو کچل کوٹ کے دو چار چوہوں کا
جلدی سے کچومر سا کیا مار چوہوں کا
کیا زور مزے دار ہے اچار چوہوں کا!

(۲)
آگے تھے کئی اب تو ہمیں اک ہیں پتے مار
مدّت سے ہمارا ہے اس اچار کا بیوپار
گلیوں میں ہمیں ڈھونڈتے پھرتے ہیں خریدار
برسے ہے پڑی کوڑی، روپے، پیسوں کی بوچھار
کیا زور مزے دار ہے اچار چوہوں کا!

(۳)
سوکھے جسے ترکاری کے تلنے کے ہوں درکار
تو سوکھے بھی کھونٹی پہ لٹکتے ہیں کئی ہار
کچھ تیل کے، کچھ پانی کے، کچھ چٹنی ہے طیّار
کس طرح کی لذت ہے تو چکھ دیکھ مرے یار
کیا زور مزے دار ہے اچار چوہوں کا!

(۴)
دیگ کی مرچ لال، سڑی لیکوں کی رائی
دُم، ٹانگ، نلی، کھوپری، نس نس ہے سڑائی
اور جس پہ سڑی موری کی کیچڑ ہے ملائی
جب ایسی بنی زور مزے دار کھٹائی
کیا زور مزے دار ہے اچار چوہوں کا!

(۵)
کچھ کینچوے، کچھ بچھو ہیں، کچھ ناگ ہیں کالے
بھونے ہوئے چیونٹے بھی کئی سیر ہیں ڈالے
کچھ ٹگریاں، کچھ مکھیاں، کچھ مکڑی کے جالے
اور اُن کے سوا کتنے مصالح ہیں جو ڈالے
کیا زور مزے دار ہے اچار چوہوں کا!

(۶)
کچھ اس میں اکیلے نہ چھچھے سیر پڑے ہیں
گھونس اور چھچھوندر کے کئی ڈھیر پڑے ہیں
جوں لسّو مچھر اور کئی سیر پڑے ہیں
اور کھاٹ کے کھٹمل بھی سوا سیر پڑے ہیں
کیا زور مزے دار ہے اچار چوہوں کا!

(۷)
اوّل تو چُہے چھانٹے ہوے قد کے بڑے ہیں
اور سیر سوا سیر کے مینڈک بھی پڑے ہیں
چکھ دیکھ مرے یار، یہ اب کیسے کڑے ہیں
چالیس برس گُزرے ہیں، جب ایسے سڑے ہیں

کیا زور مزے دار ہی آچار چُہوں کا

(۸)
چمگاڈر، ابابیل کی ٹانٹیں[١] بھی پڑی ہیں
اُلّو کے پر اور گدّھ کی ... بھی پڑی ہیں
گوبر کی ڈلی، بیٹ کی کھاتیں[٢] بھی پڑی ہیں
سرکوّں کے اور چیل کی آنتیں بھی پڑی ہیں

کیا زور مزے دار ہی آچار چُہوں کا!

(۹)
چُوہوں کا جُدا، چُوہوں کی مونچھوں کا جُدا ہی
دُم کا وہ جُدا، کان کا، آنکھوں کا جُدا ہی
لوٹے میں سڑی کھال کا، بالوں کا جُدا ہی
پیالی میں نری سوت سی آنتوں کا جُدا ہی

کیا زور مزے دار ہی آچار چُہوں کا!

(۱۰)
گر پانچ روپے ہو ویں تو اک چھپکلی لے لو
اور ایک اشرفی کو چھچھوندر سڑی لے لو
مت گھونس کے تئیں دیکھ کے ترسا و جی، لے لو
لے لو، اجی لے لو، اجی لے لو، اجی لے لو

کیا زور مزے دار ہی آچار چُہوں کا!

(۱۱)
کھاوے جو اس آچار کی اک مُونچھ کی جُھنڈی[٣]
کھُل جاوے سب اُس کے وہ دل و جان کی گُھنڈی
آتی ہی چلی ملکوں سے ہُنڈی پہ جو ہُنڈی
جو سر ہی چُہے کا سو مزے میں ہی وہ مُنڈی

کیا زور مزے دار ہی آچار چُہوں کا!

(۱۲)
جب دانت تلے کھوپری بھرتی ہی چرا کے
کھُل جاتے ہیں لذّت سے کے دلوں بیچ بھنبا[٤] کے
چکھتے ہی زباں بھرتی ہی اس ڈھب کے تڑکے
شبرات میں جس طرح سے چھٹتے ہیں پٹاکے

١ٹانٹ کھوپری ٢کھات سڑی ہوئی غلاظت جو کھیتوں میں تقویت زمین کے لیے ڈالی جاتی ہی۔ اسی کو پانس بھی کہتے ہیں ٣جُھنڈی وہ کھونٹی جو پودوں کے کاٹ لینے کے بعد کھیتوں میں کھڑی رہ جاتی ہی۔ گنّے کی جڑ۔ مکئی یا جوار وغیرہ کے درخت کی جڑ۔ یہاں مُونچھوں کا گُچھا مُراد ہی۔ ٤بھنبا قا۔ بھنبا کا بڑا سوراخ جو آر پار ہو جائے۔ بڑا چھید۔

کیا زور مزے دار ہی آچار چھوں کا!

(۱۳) لاتا ہی کوئی چکنے گھڑے اور کوئی کورے | پیالا، کوئی تھالی، کوئی پیتل کے کٹورے
کیا لیں گے اب اس کو کہ جو مفلس ہیں بچھورے | کھاویں گے وہی جو کہ ہیں دولت کے چٹورے

کیا زور مزے دار ہی آچار چھوں کا!

(۱۴) پاچن کے اُپر اب تو یہ چورن کا پچا ہی | جو کھاوے تو پھر پیٹ کا پتھر بھی پچا ہی
ترشی میں، کھٹائی میں یہ اب ایسا رچا ہی | جو آنب[آم] کا بابا ہی، تو لیموں کا چچا ہی

کیا زور مزے دار ہی آچار چھوں کا!

(۱۵) آگے جو بنایا تو بکا تیس روپے سیر | اور گھنگی گئے لے اسے پچیس روپے سیر [برسات میں بکتا ہی]
جاڑوں میں یہ بکتا رہا تبیس روپے سیر | اور ہولیوں میں بکتا ہی چالیس روپے سیر

کیا زور مزے دار ہی آچار چھوں کا!

(۱۶) روزی تو ہماری یہ اُتاری ہی خدا نے | دن رات پڑے ہم کو یہ آچار بنانے
اور پیٹ کے بھی واسطے دو پیسے کمانے | لذت کو نظیر اس کی جو کھاوے وہی جانے

کیا زور مزے دار ہی آچار چھوں کا

آٹھواں باب اساتذہ کی غزلوں کی تضمین

نظم نمبر ۱۹۰

سراج کی مشہور غزل کی تضمین

(۱)
کُھلی جبکہ چشمِ دلِ حزیں تو وہ نم رہا نہ تری رہی
پڑی گوشِ جاں میں عجب ندا کہ جگر نہ بی جگری رہی
ہوئی حسرت ایسی کچھ آنکھ پر کہ اثر کی بی اثری رہی
خبرِ تحیرِ عشق سُن نہ جنوں رہا نہ پری رہی
نہ تو تو رہا نہ تو میں رہا، جو رہی سو بیخبری رہی

(۲)
ہوئیں کیا ہی دل کو فراغتیں، گئی جب سے قیدِ لباس کی
کوئی پہنو یا کہ نہ پہنو اب، غرض اس کو جانے بلا مری
نہوا ہی اطلس و گلبدن، نہ تلاشِ بادلہ و زری
شہِ بیخودی نے عطا کیا مجھے اب لباسِ برہنگی
نہ خرد کی بخیہ گری رہی، نہ جنوں کی پردہ دری رہی

(۳)
کسی وقت مکتبِ عقل میں بہت علم ہم نے بھی تھا پڑھا
گیا جبکہ مدرسہ عشق میں تو اب آگے یار و کہوں میں کیا
کہ ہر اک سے حجّت و بحث تھی سو اُس علم کا یہ کمال تھا
وہ عجب گھڑی تھی کہ جس گھڑی لیا درس نسخہ عشق کا
کہ کتاب عقل کی طاق میں جو دھری تھی وہیں دھری رہی

(۴)
ترے مُنہ پہ اب تو ہے وہ جھلک کہ جہاں تو جا کے عیاں ہوا
کوئی آگے تیرے نہ آسکا وہ قمر کہ مہر نشاں ہوا
اگر آفتاب جمال تھا، تجھے دیکھ وہ بھی نہاں ہوا
ترے جوشِ حیرتِ حُسن کا اثر اس قدر تو عیاں ہوا
کہ نہ آئنے میں جلا رہی، نہ پری کی جلوہ گری رہی

(۵)
عجب اتفاق ہے خود بخود مرے دل سے عیش نکل گیا
اُدھر آہ شعلہ زناں ہوئی، اِدھر اشک آنکھوں سے ڈھل گیا
پڑی آگ غم کی وہ تن میں آگہ برنگِ شمع پگھل گیا
چلی سمتِ غیب سے اک ہوا کہ چمن سرور کا جل گیا

مگر ایک شاخِ نہالِ غم جسے دل کہیں سو ہری رہی

(۶)
کہے عشق اب وہ جہان میں کہ سبھوں سے بیٹھے وہ ہاتھ دھو
اُسے کچھ کسی کی خبر نہیں، ہوا اب تو مثلِ نظیر وو
نہ کسی کے ڈر سے چھپے کہیں، نہ کسی کے خوف سے دبے رو
ترے دردِ عشق میں اے میاں دلِ بینوائے سراج کو

نہ خطر رہا نہ حذر رہا، جو رہی سو بے خبری رہی

نظم نمبر ۱۹۱

قُدرت کی مشہور غزل کی تضمین

(۱)
آہ یہ کس شُعلہ رو سے طبع اب مایوس ہے
اور تپِ غم کی تپش چہرے اُپر محسوس ہے
جو سپند آسا جگر اس آگ کا مانوس ہے
کس کی نیرنگی یہ برقِ شعلۂ فانوس ہے

جو شرر دل سے اُٹھا سو جلوۂ طاؤس ہے

(۲)
بزم میں تیری صنم جس دم یہ چشمِ تر گئے
دیکھ تیرے عشق میں کیا کیا ہوا ای گھر گئے
مر گئے، پھر جی اُٹھے، تڑپا کیے، دُکھ بھر گئے
صبر اور تسکین یاں سے کوچ کب کے کر گئے

حسن کا

اب وداع ننگ ہے اور رخصت ناموس ہے

(۳)
ہمنشیں احوال اپنا کوئی کیا تجھ سے کہے
خود بخود بیچوذ یہ دل میں اب خیال اُٹھنے لگے
آذیت سے گئے، سودا ہوا، رسوا ہوئے
کل ہوس اس طرح سے ترغیب دیتی تھی مجھے

کیا ہی ملکِ روم ہے اور سرزمینِ روس ہے

(۴)
جائیے جب واں تو کس راحت سے کیجے زندگی
سب طرح سے خُرّمی حشمت سے کیجے زندگی
مثلِ گل کے نزہت و فرحت سے کیجے زندگی
گر مُیسّر ہو تو کس عشرت سے کیجے زندگی

اس طرف آوازِ دہل اُودھر صدائے کوس ہے

(۵)
یہ خیالِ خام اپنے دل میں بندھتے تھے پڑے
جب زبانِ دل سے باہم یہ سخن ہونے لگے
گھل رہے تھے عیش و عشرت کے طبیعت پر در
سُنتے ہی عبرت پکاری: اک تماشا میں بتاؤں تجھے

چل دکھاؤں تو جو حرص و آز کا محبوس ہے

(۶)
یں نے جاناں لے چلے گی یہ گلستاں کی طرف
نہ وہ صحرا لے گئی نہ باغ و بُستاں کی طرف
یا کنارِ آب یا خرّم بیاباں کی طرف
لے گئی یک بار گی گورِ غریباں کی طرف
جس جگہ جانِ تمنا سو طرح مایوس ہے

(۷)
میں جو واں آیا تو اُس جا ڈھیر دیکھے خاک کے
اتنے میں عبرت پکڑ کر ہاتھ میرے خوف سے
کوئی بے سایہ کہیں سایہ کسی پر کیا کرے (کیکرے ؎۱)
مرقدیں دو تین دکھلا کر لگی کہنے مجھے
"یہ سکندر ہے یہ دارا ہے یہ کیکاؤس ہے"

(۸)
یہ وہ ہے جس کو کہ ہفت اقلیم دیتے تھے خراج
یہ وہ ہے جس کا فرشتہ سے نہ ملتا تھا مزاج
یہ وہ ہے جس کو کہ ہفت افلاک سے اُترا تھا تاج
پُوچھ تو اُن سے کہ مال و حشمت دنیا سے آج (کوں)
کچھ بھی ان کے پاس غیر از حسرت و افسوس ہے

(۹)
کر دیا ہے عشق کے غم نے تو بے طاقت تجھے
بس یہ کہتا ہے نظیرؔ اب نکتۂ حکمت تجھے
اس مرض کی بی طرح لپٹی ہے اب آفت تجھے
گر نہ بخشے شافع محشر شفا قدرت سے تجھے (زمانے سے تیرے تو)
اُس کی قدرت دیکھ کر حیران جالینوس ہے

نظم نمبر ۱۹۲

فغاں کی غزل کی تضمین

(۱)
دل دیتا ہوں یارب مجھے الزام نہ ہووے
یہ عشق مرا گوشزدِ عام نہ ہووے
اس کام کا آخر کو بد انجام نہ ہووے
ڈرتا ہوں محبت سے مرا نام نہ ہووے
دنیا میں الٰہی کوئی بدنام نہ ہووے

(۲)
گر یار مرے قتل کو آیا ہے ترا دل
گر یوں ہی ارادہ ہے تو ست چھوڑ یو بسمل
بہتر ہے میں حاضر ہوں، و لے کچھ نہیں حاصل
شمشیر کوئی تیز سی لانا مرے قاتل

؎۱ کیکر یا کیکرا محاورۂ عوام میں ببول کے درخت کو کہتے ہیں۔ ببول کو فاربس نے کیکر لکھا ہے مگر منشی سید احمد کیکر لکھتے ہیں۔ غالباً کیکر ہی صحیح ہے۔ کیکرا اسی کی تفخیم ہے۔

ایسی نہ لگانا کہ مرا کام نہووے

(۳)
بھر عمر پھرا اُس کے غم و درد سے نالاں
کیا ضد ہے موے پر بھی اُسے دیکھیے یاراں
آخر ہوا میں ہاتھ سے اُس شوخ کے بیجاں
آتا ہے مری گور پہ ہمراہِ رقیباں
یعنی اسے تربت میں بھی آرام نہووے

(۴)
پردہ جو ترے غم کا اگر دل سے اُٹھاؤں
نالہ جو کروں کوہ کو جا گہ سے ہلاؤں
اک آہ میں سو برق کے سینے کو جلاؤں
گر صبح کو چاک اپنے گریباں کا دکھاؤں
ای زندہ دلاں حشر تلک شام نہووے

(۵)
اپنا تو نظیر ایک ستمگر تھا پریرو
سو اُس کو بھی دل دے کے کیا ہمنے بیک سو
پائی تھی صبا نے بھی نہ اُس گل کی کبھی بو
جی دیتا ہے بوسے کی توقع پہ فغاں تو
ٹک دیکھیو سودا یہ ترا خام نہووے

نظم نمبر ۱۹۳

اصغر کی عارفانہ غزل کی تضمین

(۱)
وہ رنگ کہیں لعل بدخشاں میں آیا
یاقوت میں، الماس میں، مرجان میں آیا
نیلم میں کہیں گوہر غلطاں میں آیا
جب حسن ازل پردۂ امکان میں آیا
بے رنگ بہر رنگ ہر اک شان میں آیا

(۲)
بو ہو کے ہر اک پھول کی پتی میں بسا ہے
تنہا نہ ہمارے ہی وہ شہ رگ سے ملا ہے
موتی میں ہوا آب، ستاروں میں ضیا ہے
نزدیک ہے وہ سب سے، جہاں اُس سے بھرا ہے
جب چشم کھُلی دل کی تو پہچان میں آیا

(۳)
کیا قمری دل سوختہ کیا بلبل نالاں
سب مل کے یہی بات پکاریں ہیں ہر اک آن
کیا باغ و چمن تختہ کا، کیا زیرِ خیاباں
گُل بھی وہی، سنبل وہی، نرگس وہی ریحاں

اپنے ہی تماشے کو گلستاں میں آیا

(۴) کیا ارض و سما، حور و ملک، دیو پری جن — کیا وحشی و طائر نہیں اک دم کوئی اُس بن
ہر رات یہی بات، یہی ذکر ہے ہر چھن — اوّل وہی، آخر وہی، ظاہر وہی، باطن
مذکور یہی آیتِ قرآن میں آیا

(۵) مٹی سے کہیں خاک کا پتلا وہ ہوا ہے — یا روح بن اُس خاک کے پتلے میں گھسا ہے
آپ ہی تو بنایا ہے اور آپ ہی وہ بنا ہے — حرمت سے ملائک نے اُسے سجدہ کیا ہے
جس وقت کہ وہ صورتِ انسان میں آیا

(۶) اگر کہیں دیتا ہے وہ سینے میں لگا آگ — اور حال کہیں کرتا ہے لا مُنہ کے اُپر جھاگ
جو اُس کے شناسا ہیں یہی کہتے ہیں بے لاگ — مُطرب وہی، آواز وہی، ساز وہی، راگ
ہر راگ میں بولا وہ ہر اک تان میں آیا

(۷) کیا چمپئی، کیا پستئی، کیا اخضر و احمر — کیا سوسنی، کیا کشمشی کیا ابیض و اصفر
اب شکلِ نظیر اس چمن دہر کے اندر — بے رنگ کے رنگوں کو ذرا دیکھ لے اصغر
سو طرح کے عالم کے خیابان میں آیا

نظم نمبر ۱۹۴

خمسہ بر غزل مولانا سعدی رحمۃ اللہ علیہ

(۱) نمیدانم کہ این مردم کیانند — کہ یاران رفتہ و خوش بگذرانند
دلا پیش آن کہ این عالم برانند — بیفگن خیمہ تا محمل برانند
کہ ہمراہان آں عالم روانند

(۲) میاں اس جا بجز ذاتِ خداوند — نہ بھائی ہے کوئی اپنا نہ فرزند
نہ ہو دنیا کے رشتوں میں تو پابند — زن و فرزند و یار و خویش و پیوند
برادر خواندگانِ کاروانند

(۳)
جہاں تک یہ تماشے ہیں مقابل
ارے ناداں یہ سب ہیں نقشِ باطل
اگر دانا ہے تو اے مردِ عاقل
نبایدبستن اندر صحبتے دل
کہ بے ایشاں بمانی تابمانند

(۴)
تکبّر میں نہ کر عمر اپنی برباد
مجالت اپنے ہاتھوں داد بیداد
تجھے کیا' آہ! یہ نکتہ نہیں یاد
نہ اوّل خاک بودست آدمی زاد
بہ آخر چوں ببیند پستی ہمانند

(۵)
تونگر کیا غنی، کیا شاہ درویش
امیرِ وقت کیا محتاج دل ریش
سبھوں کو ایک دن چلنا ہے درپیش
پس آں بہتر کہ اوّل آخرِ خویش
ببیندیشند و قدرِ خود بدانند

(۶)
سراسر کام دُنیا کے ہیں گندے
غرور و کبر میں مت اپنا تن دے
ذرا تو دیکھ اے خالق کے بندے
زمیں چندے بخورد از خلق' و چندے
ہنوز از کبر سر بر آسمانند

(۷)
گیا اک دن میں گورستاں میں دل سرد
پڑی اُڑتی تھی واں ہر سُو قبّے پُر گرد
جو دیکھا ہے تو با چشم و رخِ زرد
سیکے بر تُربتے فریاد مے کرد
کہ اینہا پادشاہانِ جہانند

(۸)
یہ وہ ہیں جنکے تن تھے گورے گورے
مرصّع جام و زرّیں آب خورے
بڑے تھے سلطنت کے ان کے تورے[۱]
بہ گفتم تختۂ بر کن زگورے
بہ بیں تا پادشہ یا پاسبانند

(۹)
کہاں ہے ان کی وہ شان و جلالت
کہاں وہ تاج و تخت و ملک و دولت
یہ سُن کر مجھ سے وہ صاحب کرامت
بگفتہ ہو تختہ برکندن چہ حاجت

[۱] تورہ مختلف اقسام کے لذیذ کھانے جو خوانوں میں لگا کر بڑے تکلف کے ساتھ امیروں کے ہاں تقریبات میں تقسیم ہوتے ہیں ایک معنی اس کے ناز و غرور بھی ہیں

کہ میدانم کہ مشت استخوانند"

(۱۰)
گھڑی کی عمر ہو یا لاکھ کا سن
جو ہوں بیمار ظاہر یا کہ باطن
نظیر اس بزم سے چلنا ہی اک دن
نصیحت وار دے تلخ است و لیکن
زداروخانۂ سعدی ستانند

نظم نمبر ۱۹۵

سعدی کی غزل کی تضمین

سراپا

(۱)
کل ہم جو گئے باغ میں ٹک لطف اٹھانے
اس بن میں کہوں کیا تجھے اے یار یگانے
او دل کو لگے سیر گلستاں کی دکھانے
بر بود دلم در چمنے سرو روانے
زرّیں کمرے، سیمبرے، موے میانے

(۲)
وہ شوخ کہ عالم میں نہ دیکھا ہو کسی نے
کیا تجھ سے کہوں اس کی میں خوبی کے قرینے
وہ حسن کہ نی حور نے پایا نہ پری نے
خورشید رخے، ماہ وشے، زہرہ جبینے
یاقوت لبے، سنگ دلے، تنگ دہانے

(۳)
گلفام، گل اندام، دلارام، نکوئے
آہو صفتے کبک تگے، عنبریں موئے
دلدار، دل آزار جفا کار، دو رُوئے
بیداد گرے، کج کلہے، عربدہ جوئے
شکّر شکنے، تیر قدے، سخت کمانے

(۴)
ابرو خم طاق حرم و زلف گُنشتے
تل نقش سویدائے دل و خط لب کشتے
قد رنج دل طوبیٰ و رخ رشک بہشتے
جادو نظرے عشوہ گرے، حسن سرشتے
آسیب دلے، رنج تنے، آفت جانے

(۵)
وہ رخ کہ ہر اک شوخ پریزاد کو شہ دے
گر حور بھی دیکھے تو اسے جان میں رہ دے
وہ زلف کہ سنبل جسے بیتاب ہو کہدے
عیسیٰ نفسے، خضر رہے، یوسف عہدے

جم مرتبۂ تاجورے شاہ جہانے

(۶) شمشیر نگہ تیر مژہ قاتلِ خلقے
مشہور بجہان فتنۂ جاں مقبلِ خلقے
غارتگر و برباد دہِ حاصلِ خلقے
تنگِ شکرے، چوں شکرے در دلِ خلقے

شوخے، نمکینے، چو نمک شورِ جہانے

(۷) کیا اُسکی میں تعریف کہوں حُسنِ ادا کی
پھر شل نظیر اُس بتِ رعنا سے لگا جی
ہی ختم دو عالم کی اُسی شوخ پہ خوبی
بے زُلف و رُخ و لعلِ لب او شدہ سعدی

آہے، و بخارے، و غبارے، و دُخانے

نظم نمبر ۱۹۶

حضرت امیر خسرو کی مشہور غزل کی تضمین

(۱) کب لالۂ و گل کر سکیں عارض سے تیرے ہمسری
محبوب تجھسے سیکھ لیں ناز و ادا و دلبری
قد سے خجل سروِ سہی، رفتار سے کبکِ دری
ای چہرۂ زیبا ئی تو رشکِ بُتان آذری

ہر چند وصفت میکنم در حسن زاں زیباتری

(۲) ہی شور تیرے حُسن کا لیکر زمیں سے چرخ تک
دیکھے ہی جو تیرے تئیں کہتا یہی ہی یکبیک :
دن رات صُورت کو تیرے شمس و قمر تکتے ہیں تک
ہرگز نیاید در نظر نقش بدیں زیبا رخے

(۲) ہی شور تیرے حُسن کا لیکر زمیں سے چرخ تک
دیکھے ہی جو تیرے تئیں کہتا یہی ہی یکبیک :
دن رات صُورت کو تیرے شمس و قمر تکتے ہیں تک
دونا نقش می بندد فلک کس را نداد است این نمک

حورے ندانم یا ملک، فرزندِ آدم یا پری"

(۳) تیرا رُخ ای رعنا صنم بھر کر نظر دیکھے ہی جو
دیوانے تیرے عشق میں دل سے نہیں کچھ آگہی وہ
کھو دین و ایمان کے تئیں باندھے ہی وہ زنار کو
عالم ہمہ یغمائے تو، خلقے ہمہ شیدائے تو

این نرگس شہلائے تو آورد رسمِ کافری

(۴) ہی خلق و خوبی میں بھرا اسطور سے وہ نازنیں
گر اس بیاں کے راست کا آتا نہیں تجکو یقیں
بہزاد و مانی دیکھتے تو ہوتے وہ حیرت قریں
صورتگرِ نقاش چیں رو صورتِ یارم بہ بیں

یا صورتے کش اینچنیں، یا ترک کن صورتگری

(۵) ہیں خلق میں ہر سو عیاں رنگیں ادا زیبا صنم — گلگوں قبا نازک بدن، سو زیب و زینت سے بہم
کی غور تو سچ ہے یہی مجھکو محبت کی قسم — آفاقہا گردیدہ ام مہرِ بتاں ورزیدہ ام

بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

(۶) آیا نظرؔ جس روز سے تجھسا شکر لب مہ لقا — ابرو کماں، جادو نظر، شیریں سخن اور عشوہ زا
اپنے[1] وطن کو چھوڑ کر مثلِ نظیرِ مبتلا — خسرو غریبست و گدا افتادہ در شہرِ شما

باشد کہ از بہرِ خدا سوئے غریباں بنگری

نظم نمبر ۱۹۷

خمسہ بر غزل حافظِ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ

(۱) کیست تا آں ساقیِ گلگفام را — از منِ بیدل دہد پیغام را
تشنہ لب مگذار ایں ناکام را — ساقیا برخیز و در دہ جام را

خاک بر سر کن غمِ ایام را

(۲) گو کہ مے پینے میں ہیں بدنامیاں — عزت و حرمت کا جاتا ہے نشاں
ہم تو سمجھے ہیں یہ، لا ساقی میاں — گرچہ بدنامیست نزدِ عاقلاں

ما نمی خواہیم ننگ و نام را

(۳) دیکھکر نالے ہمارے شعلہ زن — عابد و زاہد گئے بھولے مکر و فن — تو
کیوں نہ اب جل بجھے ہوں دشمن کے تن — دودِ آہِ سینۂ سوزانِ من

سوخت ایں افسردگانِ خام را

(۴) یہ جو میں پہنا ہے جبّہ سربسر — ہے بھرا اس میں سراپا مکر و شر

[1] اس میں اشارہ ہے دہلی چھوڑنے کی طرف جو نظیر کا وطنِ اصلی تھا

دبؔ خدا کے واسطے اے مُغ پسر — ساغرِ مے برکفم نہ تا زسر

برکشم این دلق ازرق فام را

(۵) تنگ وارم منزل و ماوائے خود — کردہ ام کوئے مُغاں راجائے خود
عاشقم برطرزِ بے پروائے خود — محرمِ رازِ دلِ شیدائے خود

کس نہ مے بنیم زخاص وعام را

(۶) یہ جو یاں خوباں رکھیں ہیں بندوبست — دل کو لیتے ہیں بصد افسوں ودستؔ
ان کا میں عاشق نہیں اے خود پرست — بادل آرامے مرا خاطر خوش است

کزدلم یکبار برد آرام را

(۷) عشق میں آرامِ دل ہوتا ہے کب — یاں تو ہر دم غم ہے اور رنج وتعب
کوئی دن شلِ نظیر اس غم میں اب — صبر کن حافظ بہ سختی روز وشب

عاقبت روزے بیابی کام را

نظم نمبر ۱۹۸

خمسہ بر غزل حافظ رحمۃ اللہ علیہ

(۱) آمد نگارِ دلبرِ شیریں کلامِ ما — رشکِ ارم زنزہت او شد مشامِ ما
زور وزگار سگہ دولت بنامِ ما — ساقی بہ نور بادہ برافروز جامِ ما

مطرب بگو کہ کارِ جہاں شد بکامِ ما

(۲) زاہد تو کم خوری سے کریں تن کو اپنے کاٹ — ہم رند پی شراب کریں عیش دل کے ساتؔ
جس دم کہ آکے ہووے گا دیوانِ حشر راست — ترسم کہ صرفۂ نبرد روزِ باز خواست

نانِ حلال شیخ ز آبِ حرامِ ما

ؔ دست بمعنی دستان۔

(۳)
جامے زدست ساقیِ رنگیں کشیدہ ایم — غم را بہ پشتِ پازدہ عشرت خریدہ ایم
زاہد خبر ندارد وازان گل کہ چیدہ ایم — ما در پیالہ عکسِ رخِ یار دیدہ ایم
اے بے خبر زلذتِ شربِ مدامِ ما

(۴)
چرخ و فلک جہاں میں خرامندہ شد بعشق — شمس و قمر بھی نور میں تابندہ شد بعشق
قائم وہی رہیگا جو پایندہ شد بعشق — ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

(۵)
کیا کیا کریں ہیں نازو ادا سیمتن یہاں — آوے ابھی وہ شوخ تو ہو جاویں سب نہاں
دیکھا جو خوب سب ہیں یہ دھوکے کی ٹٹیاں — چنداں بود کرشمہ و نازِ سہی قداں
کاید بجلوہ سروِ صنوبر خرامِ ما

(۶)
زاہد ہمیں خدا نے کیا ہی جو مے پرست — مستِ الست ہم ہیں، نہیں آج کل کے مست
دیکھے تو کس طرح کہ تری ہی نگاہ پست — مستی بچشمِ شاہدِ دل بندِ ما خوش است
زاں رو سپردہ اند بہ مستی قیامِ ما

(۷)
جب سے جدا ہوا فلکِ حسن کا وہ چاند — روتے ہی روتے ہم کو یہ گذرا تمام چاند
مثلِ نظیر ہجر کی سختی سے ہوکے ماند — حافظ ز دیدہ دانۂ اشکے ہمی فشاند
باشد کہ مرغِ وصل کند قصدِ دامِ ما

نظم نمبر ۱۹۹

خمسۂ دیگر

(۱)
تا کی بدلق و سبحہ کنی فکرِ دام را — آری بحلقہ درکفِ خود خلقِ عام را
بگذار یک نفس تو چنیں مکرِ خام را — صوفی بیا کہ آئینہ صافست جام را
تا بنگری صفائے مئے لعل فام را

(۲)	یہ صید گاہِ عشق ہے دیر و حرم نہیں باز آ تو اس خیال سے سُنتا ہے ہمنشیں؟	یاں لاکھوں جال اُڑ گئے اور سیکڑوں کمیں عنقا شکارِ کس نہ شود دام باز چیں
	کانجا ہمیشہ باد بدست ست دام را	
(۳)	کیفیتِ شراب ز پیرِ مے پرست پُرس سیرِ جہاں نہ از دل و از عقلِ پست پُرس	یا زانکہ در ازل شدہ جامے بدست پُرس رازِ درونِ پردہ ز رندانِ مست پُرس
	کیں حال نیست صوفیِ عالی مقام را	
(۴)	گر زیرِ آسماں تجھے فرصت ہے ایک جَو گرچہ شرابِ ناب کی اس جا لگی ہے پَو[1]	گر اپنے دل کے عیش تو ایک ایک دم میں سَو در بزم دورِ یک دو قدح درکش و برو
	یعنی طمع مدار وصالِ دوام را	
(۵)	کھو کر جوانی تو جو ہوا یار اب فریش[2] آتا ہے تجھ کو دیکھ مرے جی میں اب تو طیش	پیری کا اب تو آن پڑا تیرے سر پہ جیش اے دل شباب رفت و نچیدی گُلے ز عیش
	پیرانہ سر مکن ہوس ننگ و نام را	
(۶)	پیرِ مُغاں نے جب سے دیے جام نو بنو مثلِ نظیر اب تو لگی دل کو مے کی لَو	جب سے کُلاہ و دلق و مُصلا ہوا گرو حافظ مریدِ جامِ مے است اے صبا برو
	وز بندہ بندگی برساں شیخ جام را	

نظم نمبر ۲۰۰

خمسۂ دیگر

(۱)	کہاں وہ کیقبادی کارخانہ؟	کہاں وہ مے، وہ جامِ خسروانہ؟

۱؎ پَو وہ جگہ جہاں پانی کی سبیل رکھی جاتی ہے۔ اسی کو پنسال پنسالا اور پنسلا بھی کہتے ہیں۔ ۲؎ ذی فراش۔ وہ شخص جو کم زوری کے سبب دن رات بچھونے ہی پر پڑا رہے۔ تا وقتیکہ صیغۂ تصغیر کا خیال نہ کیا جائے قافیہ صحیح نہیں ہوتا۔ غالباً تلفظِ عوام کی رعایت کی ہوگی۔

کہوں کیا تجھ سے ای یارِ یگانہ — سحر گاہانہ مخمورِ شبانہ
گرفتم بادہ باچنگ وچغانہ

(۲) پڑا جب گوش میں وہ نالۂ نَی — تو سوجھی اَور ہی عالم کی اک شَے
ہوئی مستی و مدہوشی جو در پَے — نہادم عقل را رہ توشہ از مَے
بملکِ عاقبت کردم روانہ

(عافیت)

(۳) کیا پہلے ہی ساغر نے یہ دل شاد — کہ سر اپنا رہا مجھکو نہ پایاد
تو مجھکو کر کے اور اک جام امداد — نگارے مے فروشم عشوۂ داد
کہ ایمن گشتم از مکرِ زمانہ

(۴) ہوا جب میں نہایت شاد و خُرّم — تو رکھ کر سر قدم پر اُس کے ہر دم
کہا میں نے اُسے ای ساقیِ جم — بدہ کشتی مے تا خوش برآیم
دریں دریاے ناپیدا کرانہ

(برآئیم)

(۵) گیا ہی گر مجھے منزل سے محرم — تو رستے میں نچھوڑا ای خضرِ عالم
کہا جب میں نے یہ نکتہ تو اُس دم — زساقیِ کمان ابرو شنیدم
کہ ای تیرِ ملامت را نشانہ

(۶) یہ رہ باریک ہی اور تو ہی فربہ — کمان اس عزم کی ہرگز نہ کر زہ
گمان و وہم کی جاگہ نہیں یہ — برو ایں دام بر مرغِ دگر نہ
کہ عنقا را بلند است آشیانہ

(۷) اگر ہی تجھکو اس رہ سے سروکار — تو ہو سب ماسوا سے تارک ای یار
نہ رکھیو بو خودی کی کچھ خبردار — نہ بندی زاں میاں طوقِ کمر دار
اگر خود را نہ بینی در میانہ

(۸) وہی عاشق ہی وہی معشوقِ دلجوست — وہی بو ہی اور وہی مغز اور وہی پوست

	وہی حامی، وہی دشمن، وہی دوست	شراب و شاہد و ساقی ہمہ اوست

خیالِ آب و گل در رہ بہانہ

(۹)	نظیر اب چو تو شیدائیست حافظ نہ دریا و نہ صحرائیست حافظ	تنِ خاکی عجب جائیست حافظ وجودِ ما معمّائیست حافظ

کہ تحقیقش فسون است و فسانہ

نظم نمبر ۲۰۱

خمسۂ دیگر

(۱)	تھا جو ازبسکہ میں عصیاں میں خراب آلودہ اہلِ تقوےٰ کا سمجھ دانۂ آب آلودہ	طاعتِ مکر سے رہتا تھا حجاب آلودہ دوش رفتم بدرِ میکدہ خواب آلودہ

خرقہ تر دامن و سجادہ شراب آلودہ

(۲)	لے گیا شوق جو واں مجکو اُٹھا دوش بدوش دیکھکر مجھکو پڑا خواب میں غفلت کے خموش	جاتے ہی در پہ گرا پیر مغاں کے مدہوش آمد افسوس کناں مغبچۂ بادہ فروش

گفت "بیدار شو ای رہروِ خواب آلودہ"

(۳)	جب میں جاگا تو کہا اُس سے بہ شیریں سخنی دور کر دل سے یہ غفلت جو ہی خوباں کی ٹھنی	یعنے ہر جان تری عشقِ[۱] مجازی کی بھنی در ہوائے لبِ شیریں دہناں چند کنی

جوہرِ روح بیاقوتِ مذاب آلودہ

(۴)	ای ہوسناک یہ ہی میکدۂ قدس مقام تو بھی وہ مے جو پیا چاہے تو ای نیک انجام	بیٹھے مستانِ ازل کرتے ہیں یاں شربِ مدام شست و شوئے کن و آنگہ بخرابات خرام

تا نگردد ز تو این دیرِ خراب آلودہ

[۱] عشق کا بالکنایہ آگ سے استعارہ کیا ہے اور جان کا کباب سے۔

(۵) گر تجھے عشقِ حقیقی نے ہی کچھ دی توفیق
ایک ادنیٰ سایہ اُس عشق کا نکتہ ہے دقیق
تو تو سیکھ آن کے یاں اہلِ طریقت کا طریق
آشنایانِ رہِ عشق دریں بحرِ عمیق
غرق گشتند و نہ گشتند بآب آلودہ

(۶) یہ وہ دریا نہیں تو جس میں کرے آ کے شنا
گر تو چاہے کہ یہاں آوے تو اے غرق بیا
یہ تو ہے معدنِ انوار و یقیں صدق و صفا
پاک صافی شود از چاہِ طبیعت بدر آ
کہ صفائی ندہد آبِ تُراب آلودہ

(۷) ہم تو پھرتے ہیں نظیر عشق میں اب خانہ بدوش
کچھ جو حافظ نے کہا یار سے ہو دوش بدوش
کل عجب طرح کا اک نکتہ ہوا گوہرِ گوش
گفت حافظ بر وایں نکتہ بیاران مفروش
آہ ازیں لطف بانواعِ عتاب آلودہ

نواں باب
قصص و حکایات

نظم نمبر ۲۰۲

ہنس

(۱)
دُنیا کی جو اُلفت کا ہوا مجھکو سہارا　اور اُسنے خوشی کو مری خاطر میں اُتارا
دیکھی جو یہ غفلت تو مرا دل یہ پکارا　آیا تھا کسی شہر سے اک ہنس بچارا
اک پیڑ پہ جنگل کے ہوا اُسکا گذارا

(۲)
چنڈول، اگن[1]، ابلقے چھپاں، بنے دھیڑ　مینا و بئے، کِلکِلے، بگلے بھی سمنبر
طوطے بھی کئی طور کے ٹوئیاں، کوئی لہبر　رہتے تھے بہت جانور اُس پیڑ کے اوپر
اُس نے بھی کسی شاخ پہ گھر اپنا سوارا

(۳)
بُلبُل نے کیا اُس کی محبت میں خوش آہنگ　اور کوکلے کویل نے بھی اُلفت کو لیا سنگ

[1] اس مصرع کے مطلب میں کسی قدر رعایتِ لفظی کی وجہ سے اشکال ہے۔ چنڈول ایک جانور کا بھی نام ہے اور ایک سواری کا بھی۔ شاعر اگن کو چنڈول قرار دیتا ہے اور ابلقے کو چھپان اور دہیڑ کو نوشہ۔

کھنجن ہیں گلنگوں میں بھی چاہت کی مچی جنگ ‌ ‌ دیکھا جو طیوروں نے اُسے حُسن میں خوش رنگ

وہ ہنس لگا سب کی نگاہوں میں پیارا

(۴) سیمرغ بھی سو دل سے ہوئے ملنے کے شائق ‌ ‌ گرُدھ پنکھ بھی پنکھوں کے ہوئے جھلنے کے لائق
سارس بھی ہا جو اصل بھی ہوئے اُسکے موافق ‌ ‌ باز و لگڑ و جرہ و شاہیں ہوئے عاشق

شکروں نے بھی شکر سے کیا اُسکا مُدارا

(۵) کچھ سنبرک و بڑنکے و کچھ ٹنٹن و بُزّے ‌ ‌ ہنڈ خی سے لگا ٹوٹر و قمری و ہریے
غو غائی بگیری و لٹورے و پپیہے ‌ ‌ کچھ لال چڑے پودنے پدّے ہی نہ غش تھے

پدڑی بھی سمجھتی تھی اُسے آنکھ کا تارا

(۶) چاہت کے گرفتار بٹیریں، لوے، تیتر ‌ ‌ کبکوں کے تدروں کے بھی چاہت میں بندھے پر
ہُدہُد بھی ہوئے ہٹ کے بڈھیا ادھر اودھر ‌ ‌ زاغ، و زغن، و طوطی، و طاؤس، کبوتر

سب کرنے لگے اُس کی محبّت کا اشارا

(۷) شکل اُس کی وہیں جی میں کھبی شام چڑے کے ‌ ‌ دی چاہ جتا پھر اُسے جھانپو نے بھی جھپ سے
ہریل بھی ہوئے اُس کے بڑے چاہنے والے ‌ ‌ جتنے غرض اُس پیڑ پہ رہتے تھے پرندے

اُس ہنس پر اُن سب نے دل و جان کو وارا

(۸) خواہش یہ ہوئی سب کی کہ ہر دم اُسے دیکھیں ‌ ‌ اور اُس کی محبت سے ذرا مُنھ کو نہ پھیریں
دن رات اُسے خوش رکھیں ہانت سُکھ اُسے دیویں ‌ ‌ صحبت جو ہوئی ہنس کی اُن جانوروں میں

یک چند رہا خوب محبّت کا گذارا

(۹) سب ہو کے خوش اُس کی مئے اُلفت لگے پینے ‌ ‌ اور ہیبت سے ہر اک نے وہاں بھر لیے سینے
ہر آن جتانے لگے چاہت کے قرینے ‌ ‌ اُس ہنس کو جب ہو گئے دو چار مہینے

اک روز وہ یاروں کی طرف دیکھ پکارا

(۱۰) یاں لطف و کرم تم نے کیئے ہم پہ ہیں جو جو ‌ ‌ تم سب کی یہ خوبی ہو، کہاں ہم سے بیاں ہو

تقصیر کوئی ہم سے ہوئی ہووے تو بخشو — لو یارو ہم اب جاوینگے کل اپنے وطن کو
اب تم کو مُبارک رہے یہ پیڑ تمھارا

(۱۱)
اتبک تو بہت ہم رہے فُرصت سے ہم آغوش — اب یادِ وطن دل کی ہمارے ہوئی ہمدوش"
جب حرف جدائی کا پرندوں نے کیا گوش — اس بات کے سُنتے ہی جو ہر اک کے اُڑے ہوش
سب بولے یہ فُرقت تو نہیں ہم کو گوارا

(۱۲)
بن دیکھے تُمھارے ہمیں کب چین پڑیں گے — اک آن نہ دیکھیں کے تو دل غم سے بھریں گے
گر تُم نے یہ ٹھہرائی تو کیا سُکھ سے رہیں گے — ہم جتنے ہیں سب ساتھ تُمھارے ہی چلیں گے
یہ درد تو اب ہم سے نہ جاویگا سہارا"

(۱۳)
پھر ہنس نے یہ بات کہی اُن سے کئی بار — "کُچھ بس نہیں اب چلنے کی ساعت سے ہیں ناچار"
آنکھیں ہوئیں اشکوں سے پرندوں کی گُہر بار — اس میں جو شبِ کوچ کی ہوئی صُبح نمودار
پر اپنا ہوا پر وہیں اُس ہنس نے مارا

(۱۴)
وہ ہنس جب اُس پیڑ سے واں کو چلا ناگاہ — مُنھ پھیر کے ادھر سے وطن کی جو ہیں لی راہ
دیکھا جو اُسے جاتے ہوئے واں سے تو کر آہ — سب ساتھ چلے اُس کے وہ ہمراہ ہوا خواہ
ہر ایک نے اُڑنے کے لیے پنکھ پسارا

(۱۵)
اور ہنس کی اُن سب کو رفاقت ہوئی غالب — جب واں سے چلا وہ تو ہوئی بے بسی غالب
کُلفت تھی جو فُرقت کی وہ سب پر ہوئی غالب — دو کوس اُڑے تھے جو ہوئی ماندگی غالب
پھر پر میں کسی کے نہ رہا قوّت و یارا

(۱۶)
پر اُن کے ہوئے تر جو ہیں دُوری کی پڑی اوس — روئے کہ رفاقت کی کریں کیونکہ قدمبوس
تھک تھک کے لگے گرنے تو کرنے لگے افسوس — کوئی تین کوئی چار کوئی پانچ اُڑا کوس
کوئی آٹھ کوئی نو کوئی دس کوس میں ہارا

(۱۷)
کُچھ بن نہ سکے اُن سے رفیقی کے جو واں کار — اَور اتنے اُڑے ساتھ کہ کچھ ہووے نہ اظہار

جب دیکھی وہ مشکل تو پھر آخر کے تئیں ہار　　کوئی یاں رہا کوئی واں رہا کوئی ہو گیا ناچار

کوئی اَور اُڑا آگے جو تھا سب میں کرارا

(۱۸)
تھی اُس کی محبت کی جو ہر ایک نے پی مَے　　سمجھے تھے بہت دل میں وہ اُلفت کو بڑی شے
جب ہو گئے بے بس تو پھر آخر یہ ہوئی رَے[^1]　　چیلیں رہیں، کوّے گرے، اور باز بھی تھک گے

اُس پہلی ہی منزل میں کیا سب نے کنارا

(۱۹)
دُنیا کی جو اُلفت ہے تو اس کی ہے یہ کچھ راہ　　جب شکل یہ ہووے تو بھلا کیونکہ ہو بِرباہ[^2]
ناچاری ہو جس جا میں تو واں کیجیے کیا چاہ　　سب رہ گئے جو ساتھ کے ساتھی تھے نظیرؔ آہ!

آخر کے تئیں ہنس اکیلا ہی سِدھارا

نظم نمبر ۲۰۲

پودنے اور گرڑھ پنکھ کی لڑائی

(۱)
اک پودنے کا حال عجب سننے میں آیا　　تھا گھونسلا اک پیڑ اُپر اُس نے بنایا
اور پودنی اور بچوں کو تھا اُس میں بِٹھایا　　قد میں تو وہ تھا پودنا چھوٹا سا کھایا

پر دل میں وہ گرڑھ پنکھ سے ٹھہرا تھا سوایا

(۲)
کوّے کو سمجھتا تھا وہ اک مکھی کا بچا　　اور چیل کو گنتا تھا وہ ناچیز پتنگا
بگلے کو بچا کیڑے کا اور بُرّے کو بھُنگا　　لگھڑی کو سمجھتا کہ تو ہے کیا، اری چل جا

ہم نے ترے لگھڑ کو ہے چٹکی میں اُڑایا

(۳)
اک روز وہ سارس سے لگا کہنے اُچھل کر:　　"جس پیڑ پہ ہم بیٹھے ہیں ہلتا ہے سراسر"
سارس نے یہ سُن پودنے سے یوں کہا ہنس کر:　　"کیا بات تم ایسے ہی ہو بھاری وتناور

ہر پیڑ کو ہے بوجھ تمھارے نے ہلایا"

[^1]: کیفیت۔ حالت
[^2]: پرانا لفظ ہے معنی ہیں نباہ کے۔

تھاں (margin)

(۴)
رہتا تھا وہ جس پیڑ پہ وہ پیڑ تھا بڑنا[۱]　　آگے کہیں اُس دشت میں اک ارنی و ارنا
خوش آیا اُنھیں واں جو ہری گھاس کا چرنا　　ٹھہرایا اُنھوں نے اُسی جنگل میں اُترنا
رہنے لگے وہ بھی اُنھیں صحرا جو وہ بھایا

(۵)
واں پودنی اور ارنی میں بہنا پا جو ٹھہرا　　دن کو وہ لگی رہنے خوشی ہو کے اُسی جا
اور رات کو رہنے لگی وہ ارنے کنے جا　　خوش ہو کے لگی رہنے ہوا پیار جو گہرا
دونوں نے غرض خوب محبّت کو بڑھایا

(۶)
اک روز وہ ارنی کہیں چرتی ہوئی آئی　　اور آتے ہی اُس پیڑ سے پیٹھ اپنی کھجائی
وہ پیڑ ہلا، پودنے نے دھوم مچائی :　　"وہ ہو جاوگی اس بات سے مردوں میں لڑائی
اس تیرے کھجانے نے بہت ہمکو ستایا"

(۷)
ارنی یہ ہنسی سُن کے اور ارنے سے کہا جا　　ارنا بھی ہنسا اور کہا جا پھر تو کھجا آ
اور آئی کھجانے کو تو یوں پودنا بولا :　　"وہ بدذات، یہ تیری نہیں تقصیر، میں سمجھا
شاید ترے ارنے نے تجھے ہی یہ سکھایا

تجھے ارنے نے
ترے

(۸)
کل اُس کی سزا پاوے گا ارنا ترا بدخو"　　جو صبح لگی ہونے تو وہ پودنا دل جو
آیا جہاں سوتا تھا وہ ارنا پڑا خوش ہو　　وھر پیٹھ گیا کان میں باندھ اپنے پروں کو
پھر پھیر کیا، اور پردے میں پنجوں کو گڑایا

(۹)
ارنا لگا ٹکرانے کو سر شور مچا کر　　ارنی گری اُس پودنی کے پانوں پہ جا کر
جب پودنی نے اُسکے ترس حال پہ کھا کر　　جلدی سے نکالا اُسے آواز سُنا کر
ارنے کو سوا بھاگنے کے کچھ نہ بن آیا

(۱۰)
بھاگا غرض ایسا کہ نہ پھر پیچھے کو دیکھا　　ارنی بھی گئی بھاگتی ساتھ ارنے کے گھبرا
اُس بھاگنے میں دونوں نے پھر مُنھ کو نہ پھیرا　　ارنا تو نظیر اپنے اُدھر خوف سے بھاگا

۱؎ بڑنا ایک میوہ دار درخت کا نام۔

یاں گھونسلے میں پودنا پھولا نہ سمایا

نظم نمبر ۲۰۴

کوّے اور ہرن کی دوستی

(۱) اِک دشت میں سُنا ہو کہ اک خُوب تھا ہرن | بچّا ہی تھا ابھی نہ ہوا تھا بڑا ہرن
پھرتا تھا چوکڑی کا دِکھاتا مزا ہرن | دیکھا جو ایک کوّے نے وہ خوش نُما ہرن
دل کو نہایت اس کے وہ اچھا لگا ہرن

(۲) دو باتیں کرکے کوّے نے اُس کو لگا لیا | دم میں ہرن بھی کوّے کی اُلفت میں آگیا
کوّے ہرن میں ٹھہری جو گہری محبّت آ | کوّا جدھر جدھر کو خوشی ہو کے جاتا تھا
پھرتا تھا اُس کے ساتھ لگا جا بجا ہرن

(۳) اک گیدڑ اُس ہرن کے کَنے آکے نابکار | بولا "ہزار جان سے میں تم پہ ہوں نثار
مجھکو بھی اپنا جان غلام اور دوست دار | اور دل میں یہ کہ کیجیے کسی طور سے شکار
اُس کی دغا و مکر سے واقف نہ تھا ہرن

(۴) گیدڑ یہ کہہ کےمکر سے جس دم گیا اُدھر | کوّا ہرن سے کہنے لگا کرکے شور و شر:
"یہ سخت مکر باز ہو کر اس سے تو حذر | اک دن دغا سے تجھکو یہ پکڑے گا فتنہ گر"
سُن کر یہ بات کوّے کی چُپ ہو رہا ہرن

(۵) دِن دوسرے ہرن کنے گیدڑ پھر آگیا | کوّے کو سوتا دیکھ یہ بولا وہ پُر دغا:
"میں آج دیکھ آیا ہوں کیا کھیت اِک ہرا | تُم کھاؤ اُسکو چل کے تو ہو شاد دل مِرا"
سُنتے ہی اُس کے ساتھ اُچھلتا چلا ہرن

(۶) جس کھیت پر یہ لیکے گیا اُسکو بدسگال | واں پہلے دیکھ آیا تھا وہ اک ہرن کا جال
لے پہنچا جب ہرن کے تئیں کھیت پر شغال | جاتے ہی واں ہرن نے دیا مُنھ کو اُس میں ڈال

مُنہ ڈالتے ہی جال میں واں پھنس گیا ہرن

(۷)
وہاں پھڑپھڑاتا آگیا کوّا بھی ناگہاں　　گیدڑ کو دے کے گالی ہرن سے کہا کہ "ہاں
تڑپے مت اس میں، ورنہ تو ہووے گا ناتواں"　　کوّے کی بات سُنتے ہی ہمّت کو باندھ واں
جیسے کہ گر پڑا تھا وہیں پھر اُٹھا ہرن

(۸)
گیدڑ لگا جب آنے ہرن کی طرف جھپٹ　　کوّا پکارا "مار تو سینگ اک جو جاوے ہٹ
یا اک گھڑی تو ایسی لگا پاؤں کی لپیٹ　　جاوے جو اُسکے لگتے ہی گیدڑ کا پیٹ پھٹ"
سُن کر کھڑے ہو سینگ ہلانے لگا ہرن

وہیں سنتے ہی یہ تو

(۹)
گیدڑ نے خوب کوّے کو دیں جل کے گالیاں　　صیّاد واں ہوا تھا کسی کام کو رواں
اس میں شکاری آکے ہوا دُور سے عیاں　　کوّا پکارا "لیٹ جا دم بند کر کے ہاں"
دم بند کر کے اپنا وہیں گر پڑا ہرن

(۱۰)
گیدڑ نے اُس کو دیکھ کے اک جا کے جھاڑی لی　　صیّاد اُس ہرن کو پڑا دیکھ اُس گھڑی
افسوس کر کے دام کی رسّی وہ کھول دی　　کوّا پکارا "بھاگ ارے، وقت ہے یہی"
سُنتے ہی وہاں سے چوکڑی بھر کر اُڑا ہرن

(۱۱)
صیّاد نے جو دیکھا ہرن اُٹھ چلا جھپاک　　جلدی سے دوڑا پیچھے ہرن کے وہ سینہ چاک
سونٹے کو پھینک مارا جو پھرتی سے اُس نے تاک　　بھاگا ہرن، لگا وہیں گیدڑ کے آکھٹاک
سر اُس کا پھوٹا، اور وہ سلامت گیا ہرن

(۱۲)
گیدڑ نے اُس ہرن کا جو چیتا تھا واں بُرا　　پائی اُسی نے اپنی بدی کی وہیں سزا
تھا یہ تو نثر، میں نے اسے نظم میں کیا　　پہنچا نظیر جب وہ خوشی ہو کے اپنی جا
کوّے کے ساتھ پھر وہ بہت خوش رہا ہرن

دسواں باب

مذاقِ ہنود

نظم نمبر ٢٠٥ جنمِ کنھیا جی مُسدّس

(١)
ہے ریت جنم کی یوں ہوتی جس گھر میں بالا ہوتا ہے
سب بات بِتھا کی بھولے ہے جب بھولا بھالا ہوتا ہے
اُس منڈل میں ہر من بھیتر سکھ چین دوبالا ہوتا ہے
آنند منڈیلے باجت ہیں نت بھون اُجالا ہوتا ہے
یوں نیک نچھتر لیتے ہیں اس دُنیا میں سنسار جنم
پر اُن کے اَور ہی لچھّن ہیں جب لیتے ہیں اوتار جنم

(٢)
شُبھ ساعت سے یوں دُنیا میں اوتار گربھ میں آتے ہیں
وہ نیک مہورت سے جس دم اس سِشٹ[١] میں جنمے جاتے ہیں
جو نارد مُن ہیں دھیان بھلی سب اُن کا بھید بتاتے ہیں
جو لیلا رچنی ہوتی ہے وہ روپ یہ جا دکھلاتے ہیں
یوں دیکھنے میں اور کہنے میں وہ رُوپ تو بالے ہوتے ہیں
پر بالے ہی پن میں اُنکے اُپکار نرالے ہوتے ہیں

(٣)
یہ بات کہی جو میں نے اب یوں اس کو تواب دھیان لگا
دھن ڈھیر بہت، بل تیج بنت، سامان انیک، اور ڈیل بڑا
ہے پنڈت پُستک بیچ لکھا تھا کنس جو راجا متھرا کا
گج اور ترنگ اچھے نیکے انباری ہودے زین سجا
جب بن ٹھن اونچے ہستی پر وہ پاپی آن نکلتا تھا
سب سازِ جھلاجھل کرتا تھا اور سنگ کٹک دل چلتا تھا

[illegible]

[١] سِشٹ سے مُراد ہے سنسار یعنے مہذّب اطوار ــ دُنیا

(۴)
اک روز جو اپنے بھُج بل پر وہ کنس بہت مغرور ہوا
اک بان لگا کر پربت کو چاہوں تو ابھی دوں پل میں گرا
اور ہنس کر بولا دُنیا میں ہے دُوجا کون بلی مجھ سا
اس دیس کے بڑھ بل جتنے ہیں ہے کون جو مجھ سے ہووے سوا

جو دشٹ کوئی آجُدّھ کرے کب موں پروا کا جو رچلے
وہ سامنے میرے ایسا ہو جوں چینٹی ہاتھی پانوں تلے"

(۵)
وہ ایسے ایسے کتنے ہی جو بول گربھ کے کہتا تھا
تھا ایک پُرکھ وہ یوں بولا تو بھولا اپنے بل پر کیا
سب لوگ سبھا کے سُنتے تھے کیا تاج بوے کوئی فرا
جو تیرا مارن ہارا ہے سو وہ بھی جنم اب لیوے گا

تو اپنے بل پر ہائے سورکھا اس آن عبث ہنکار لیا
وہ تجھکو مار گراوے گا یوں جیسے بھُنگا مار لیا"

(۶)
یہ بات سُنی جب کنس نے واں تب سنکر اُسکے ہوش اُڑے
یوں پوچھا وہ کس دیس میں ہے اور کون بنوں اکر جنمے
بھگومن کے بھیتر آن بھرا اور بول گربھ سگرے بسرے
کون اُسکے مات پتا ہوویں جو پالیں اُسکو چاہت سے

وہ بولا متھرا نگری میں اک روز جنم وہ پاوے گا
جب سیانا ہوگا تب تجھکو اک پل میں مار گراوے گا

(۷)
یہ بات سُنائی کنس کو پھر پھر آٹھ لکیریں واں کھینچیں
اُن آٹھ لکیروں کی باتیں پھر کنس کو اُسنے سمجھائیں
بسدیو پتا کا نانو کہا اور دیوکی ماتا ٹھہرائیں
سب چھوڑا چھوری دیوکی کے ہیں جگ میں ہوتے آٹھ پہیں

بل تیج گرب میں تو نے تو سب کارج گیان بسارا ہے
جو پاچھے ریکھا کھینچی ہے وہ تیرا مارن ہارا ہے

(۸)
اس بات کو سنکر کنس بہت تب من میں اپنے گھبرایا
تب نارد مُن نے اُس کو بھی کچھ اور طرح سے سمجھایا
جب نارد مُن اُس پاس گئے تب اُنسے اُسنے بھید کہا
پھر کنس کو واں اس بات سوا کچھ اور نہ مارگ بن آیا

جو اپنی جان بچانے کا کر سوچ یہ اُسنے پھند کیا
بُلوا بسدیو اور دیوکی کو اک مندر بھیتر بند کیا

(۹)
جب قید کیا اُن دونوں کو تب چوکیدار دیے بٹھلا
اک آن نہ نکسن پاویں یہ پھر اُن سب کو یہ حکم دیا

لے شیخی کی لینا۔ غرور کرنا۔

سامان رسوئی کا جو تھا سب اُنکے پاس دھر رکھوا ۔۔۔ اور دُوار دیے اُس مندر کے تب بھاری تالے بھی جڑوا

ہُشیار لگے یوں رہنے واں نت چوکی کے دینے ہارے
کیا تاب جو کوٹھے چھجے پر اک آن پرندا پر مارے

(۱۰)
بھو بیٹھا تھا جو کنس کے من وہ بھر کر نیند نہ سوتا تھا ۔۔۔ کچھ بات سُہاتی نا اُسکو نت اپنی پلک بھگوتا تھا
اُس مندر میں اُن دونوں کے جب کوئی بالک ہوتا تھا ۔۔۔ کنس آن اُسے جھپ مارے تھا من مات پتا کا روتا تھا

اک مُدت تک اُن دونوں کا اُس مندر میں حال رہا
جو بالک اُن کے گھر جنما سو مارا تا وہ چنڈال رہا

(۱۱)
پھر آیا واں اک وقت ایسا جو آئے گرب میں من موہن ۔۔۔ گوپال منوہر مُرلی دھر سِری کشن کشورن کنول نین
گھنشیام مُراری بنواری گرد ھاری سُندر سیام برن ۔۔۔ پربھو ناتھ بہاری کان للا سُکھدائی جگ کے دکھ بھنجن

جب ساعت پرگھٹ ہونیکی واں آئی مکٹ دھریا کی
اب آگے بات جنم کی ہے جے بولو کشن کنھیا کی

(۱۲)
تھا نیک مہینا بھادوں کا اور دن بُدھ گنتی آٹھن کی ۔۔۔ پھر آدھی رات ہوئی جسدم اور ہوا نچھتر روہنی بھی
سُب ساعت نیک مہورت سے واں جنمے آکر کشن جیجی ۔۔۔ اُس مُندر کے اندھیارے میں جو اور اُجالی آن بھری

بسدیو سے بولیں دیوکی جی مت ڈر بھو من میں دھیر گرو
اس بالک کو تم گوکل میں لے پہنچو اور مت دیر کرو

(۱۳)
جو اُسکے تم لیجانے میں یاں ٹک بھی دیر لگاؤ گے ۔۔۔ وہ دُشٹ اسے بھی مار یگا پچتاتے ہی رہجاؤ گے
اِس آن سنبھلکر تُم اس کو جو گوکل میں پہنچاؤگے ۔۔۔ اس بات میں یہ پھل پاؤ گے جو اِسکی جان بچاؤگے

واں گوکل باشی جو اس کو لے اپنی گود سنبھالیگا
کچھ نام وہ اُسکا رکھ لیگا اور مہر دیا سے پالیگا

(۱۴)
جو حال یہ واں جا پہنچے گا تو اِسکا جی بچ جاویگا ۔۔۔ جو کرم لکھی ہے تو پھر بھی کچھ ہمکو آن دکھاویگا
جس گھر کے بیچ یہ پلیگا یہ وہ گھر ہمکو بتلاویگا ۔۔۔ ہم اس سے ملنے جاوینگے یہ ہمسے ملنے آویگا

دھیر: ثبات

دُشٹ: بدذات۔ ظالم۔ دشمن۔

نہ کام ہیں کچھ دعویٰ سے نہ جھگڑا اور پریکھے سے
جب دیکھنے کو من بھٹکے گا سکھ پاوینگے اُسکے دیکھے سے

(۱۵)
ہر آدھی رات ابھی تو یاں لیجاؤ اِسے تم حال اُدھر
لپٹا لو اپنی چھاتی سے دے آؤ جا کے اَور کے گھر
من بیچ انھوں کے تھا یہ ڈر دِن ہوویگا تو کنس اگر
اک آن میں اُسکو ماریگا رہ جاوینگے ہم آنسو بھر

یہ بات نہ تھی معلوم اُنھیں یہ بالک جگ نستاریگا
کب مار سکے گا کنس اسے یہ کنس کو بھی آپی ماریگا

(۱۶)
جب دیوکی نے بسدیو سے واں رو رو کر یہ بات کہی
وہ بولی کیونکر لے جاؤں ہر باہر تو چوکی بیٹھی
اور دُوار لگے ہیں تالے کل کچھ بات نہیں میرے بس کی
تب دیوکی بولیں یہ لیجاؤ من ایشر کی رکھ آس ابھی

وہ بالک کو جب لے نکلے سب سانکر پٹ پٹ چھوٹ گئے
تھے تالے جتنے دُوار لگے اُس آن جھڑا جھڑ ٹوٹ گئے

(۱۷)
جب آئے چوکیداروں میں تو واں بھی یہ صُورت دیکھی
سب سوتے پائے اُس ساعت ہر آن جو دیتے تھے چوکی
جب سوتا دیکھا اُن سبکو ہو نربھو نکلے وانسے بھی
پھر آئے جمنا پہ جو ہیں پھر جمنا دیکھی بہت چڑھی

یہ سوچ ہوا من بیچ انھیں پیر اس جل میں کیسے دھریے
ہے رین اندھیری سنگ بالک اس بپتا میں اب کیا کریے

(۱۸)
یوں من میں ٹھہرا پھر چلیئے پھر آپ ہی من مضبوط ہوا
بھگوان دیا پر آس لگا واں جمنا جی پر دھیان دھرا
یہ جوں جوں پانوں بڑھاتے تھے وہ پانی چڑھتا آتا تھا
یہ بات لگی جب ہونے واں بسدیو گئے من میں گھبرا

تب پانوں بڑھائے بالک نے جو آپ سے وہ بھیگے جل میں
جب جمنا نے پگ چوم لیے جا پہنچے پار وہ اک پل میں

(۱۹)
جب آن برلجے گوکل میں سب پھاٹک واں بھی پائے کھلے
تب وانسے چلتے چلتے وہ پھر نند کے دُوارے آپ پہنچے
واں نند محل کے دوارے بھی سب دیکھے پٹ پڑے وا کھڑکے
جو چوکی والے سوتے تھے اب کون اُنھیں روکے ٹوکے

جب بیچ محل کے جا پہنچے سب سوتے واں گھر والے تھے

ہر چار طرف اُجیالی تھی جون سانجھ میں دیوے بالے تھے

(۲۰) اک اور اچنبھا یہ دیکھو جو رات جنم سی کشن کی تھی
اس رات جسودا کے گھر میں تھی جنمی بالہ واک لڑکی
واں سوتے دیکھ جسودا کو اور بدلی کر اس بالک کی
اُس لڑکی کو وہ آپ اُٹھائے نکلے اُس چھن متھرا جی

آئے متھرا جی

جب لڑکی لائے مندر میں سب تالے مندر لاگ اُٹھے
جو چوکی دینے والے تھے پھر وہ بھی اُسدم جاگ اُٹھے

(۲۱) جب بھور ہوئی تب گھبرا کر سُدھ کنس نے لی اُس مندر کی
جب تالے کھلوا بیچ گیا تب لڑکی جنمی اک دیکھی
لے ہاتھ پھرایا چکر دے تو پٹکے وہ بن پٹکے ہی
یوں جیسے بجلی کوندے ہے جب چھوٹ ہوا اُپجا پہنچی

یہ کہتی نکلی وہ ای مورکھ کیا تو نے سوچ بچارا ہے
وہ جیتا اب تو سیس کٹٹ جو تیرا مارن ہارا ہے

(۲۲) جب کنس نے واں یہ بات سُنی من بیچ بہت سا لجیایا
جو کارج ہونے والا ہے وہ ٹالے سے کب ہے ٹلتا
سو فکر کرو سو بیچ کرو سو بات سُناؤ حاصل کیا
ہر آن وہی یاں ہونا ہے جو ملتھے کے ہے بیچ لکھا

ہیں کہتے بُدھ جسے اب یاں وہ سوچ بڑے ٹھہرا تی ہے
تقدیر کے آگے پر یار و تدبیر نہیں کام آتی ہے

(۲۳) اب نند کے گھر کی بات سُنو واں ایک اچنبا یہ ٹھہرا
جو رات کو جنمی تھی لڑکی اور بھور کو دیکھا تو لڑکا
گھڑ نالیں چھوٹیں ناچ ہوا اور نوبت کا غل شور مچا
پھر کشن گرگ نے نام رکھا سب کُنبے کے مل بیٹھے آ

بھیر

نندا اور جسودا اور کوات کرنے واں بھیر اُبھر لگے
پکوان مٹھائی میوے کے ہر ناری آگے ڈھیر لگے

(۲۴) سب ناری آئیں گوکل کی اور پاس پڑوسن بیٹھی آ ہیں
کچھ ڈھول مجیرے لاتی تھیں کچھ گیت بچا کے گاتی تھیں
کچھ ہر دم مکھڑا اس بالک کا بلہاری ہو کر دیکھ رہیں
کچھ تھال پنجیری کے رکھتیں کچھ سونٹھ سنٹھورا کرتی تھیں

کچھ کہتی تھیں وہ ہم بیٹھے ہیں نیگ آج کے دن کا لینے کو
کچھ کہتیں وہ ہم تو آئے ہیں آنند بدھاوا دینے کو

کوئی گھتی میٹھی گرم کرے کوئی ڈالے اسپند اور بھوسی　　کوئی لائے ہنسلی اور کھڑوے کوئی کرتا ٹوپی سیو دھی
کوئی چی دیکھے روپ اُس بالک کا کوئی ماتھا چومے بھر بھری　　کوئی بھوؤں کی تعریف کرے کوئی آنکھوں کی کوئی پلکوں کی

کوئی کہتی عمر بڑی ہووے اے بیر تمھارے بالک کی"
کوئی کہتی بیاہ بھی لاؤ اِس آس مرادوں والے کی"

(۲۶) کوئی کہتی بالک خوب ہوا اے بھینا تیری نیک رتی　　یہ بول اُنکو ملتے ہیں جو دُنیا میں ہیں بڑھ بھاگی
اس گُنبے کی بھی شان بڑھی اور بھاگ بڑے اس گھر کے بھی"　　یہ باتیں سبکی سُن سن کر یہ بات جسودا کہتی تھی

اُن مہر یہ بالک جو ایسا اب میرے گھر میں جنما ہے
کچھ اور کہوں میں کیا تم سے بھگوان کی مہر کر پایا ہے"

(۲۷) تھی کونے کونے خوشوقتی اور طبلے تال کھنکتے تھے　　کوئی ناچ رہی کوئی گو رہی کوئی ہنس ہنس کے کچھ روپ بکتے
ہر چار طرف آنندیں تھیں و اس گھر میں نند جسودا کے　　کچھ آنگن بیچ براجے تھیں کوئی مٹھی کوٹھے اور چھجے

سو خوبی اور خوشحالی سے دکھلاتی تھی سامان گھڑی
سچ بات ہے بالک ہونے کی ہے دُنیا میں آنند بڑی

(۲۸) پھر اور خوشی کی بات ہوئی جب بیت گئی ددکاندوں کی　　رکھوائی دودھ کی مٹکی بھر اور ڈالی ہلدی بہتیری
یہ اُس پر پھینکے بھر بھر کر وہ اُس پر ڈالے گھڑی گھڑی　　کوئی پونچھے مکھ اور باہن کو کوئی سکھ نی پھینکے اور مٹھڑی

اُس دودھ کی بھی رنگ رلیوں میں روپ اور ہوا ہر ناری کا
اور تن کے ابرن یوں بھیگے جوں رنگ ہو کیسر کیاری کا

(۲۹) سُکھ منڈل میں یہ دھوم مچی اور باہر نیگی جوگی بھی　　کچھ ناچیں بھانڈ بھگتیے بھی کچھ ہیجڑے پا دیں بہل بڑی
آنند بدھاوے باج رہے نرسنگے سُرنا اور تُرتُرئی　　رنگین سُنہرے پالنے بھی سے ہاتھ کٹھڑے گتے برتی

ہر آن اُٹھاتی تھیں مانگ کیا گنتی روپے سونے کی
نند اور جسودا نے ایسی کی شادی بالک ہونے کی

(۳۰) جو نیگی جوگی تھے اُنکو اُس آن نپٹ خوشحال کیا　　پیراے باگے ریشم کے اور زر بھی بخشا بہتیرا

۱؎ سکھوری خریدنے کیلئے اور دہی کا ہونا شکر اور بعض مصالح کے ساتھ ۲؎ ایک قسم کی مٹھائی۔

اور جتنے ناچنے والے تھے اسباب اُنھیں بھی خوب دیا　　مہمان جو گھر میں آئے تھے سب اُنکا بھی ارمان رکھا

دن رات چھٹی کے ہونے تک من خوش کیا لوگ لگائی کا
بھر تھال روپے اور مُہریں دیں جب نیگ چکایا دائی کا

(۳۱) نند اور جسودا بالک کو واں ہاتھوں چھاؤں میں تھے رکھتے　　نت پیار کریں تن من واریں ستھری ابرن گہنے بنکے
جی بہلاتے من پرچاتے اور خوب کھلونے منگواتے　　ہر آن جھلاتے پالنے میں وہ ادہر اور اُودھر بیٹھے

کر یاد نظیر اب ہر ساعت اُس پلنے اور اُس جھولے کی
آنند سے بیٹھو چین کرو جے بولو کانھ چھنڈولے کی

نظم نمبر ۲۰۶

بالپن بانسری بجیا

(۱) یارو سنو یہ دودھ کے لٹیا کا بالپن　　اور مدھ پوری نگر کے بسیا کا بالپن
موہن سروپ نرت کریا کا بالپن　　بن بن کے گوال گوئوں چریا کا بالپن

ایسا تھا بانسری کے بجیا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیا کا بالپن

(۲) ظاہر میں سُت [۵۱] وہ نند جسودا کے آپ تھے　　ورنہ وہ آپ ہی مائی تھے اور آپی باپ تھے
پردے میں بالپن کے یہ اُنکے ملاپ تھے　　جوتی [۵۲] سروپ کہیے جنھیں سو وہ آپ تھے

ایسا تھا بانسری کے بجیا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیا کا بالپن

(۳) اُنکو تو بالپن سے نہ تھا کام کچھ ذرا　　سنسار کی جو ریت تھی اُسکو رکھا بجا
مالک تھے وہ تو آپی اُنھیں بالپن سے کیا　　واں بالپن جوانی بڑھاپا سب ایک تھا

ایسا تھا بانسری کے بجیا کا بالپن

[۵۱] سُت فرزند۔ بیٹا۔ [۵۲] ذات نور الٰہی یعنی خدا۔

کیا کیا کہوں میں کشن کنھیّا کا بالپن

(۴)
مالک جو ہووے اُسکو سبھی ٹھاٹھ یاں سرے
چاہے وہ ننگے پانوں پھرے یا مکٹ دھرے
سب روپ ہیں اُسی کے جو کچھ چاہے سو کرے
چاہے جوان ہو چاہے لڑکپن سے من بھرے
ایسا تھا بانسری کے بجیّا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیّا کا بالپن

(۵)
بالے ہو برج راج جو دُنیا میں آگئے
لیلا کے لاکھ رنگ تماشے دکھا گئے
اس بالپن کے رُوپ میں کتنوں کو بھا گئے
اک یہ بھی لہر تھی کہ جہاں کو جتا گئے
ایسا تھا بانسری کے بجیّا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیّا کا بالپن

(۶)
یوں بالپن تو ہوتا ہے ہر طفل کا بھلا
پر اُنکے بالپن میں تو کچھ اَور ہی بھید تھا
اِس بھید کی بھلا جی کسیکو خبر ہے کیا
کیا جانے اپنے کھیلنے آتے تھے کیا کلا
ایسا تھا بانسری کے بجیّا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیّا کا بالپن

(۷)
دھرادھارون تو یار وعجب جاے غور تھے
لڑکوں میں وہ کہاں ہیں جو کچھ اُنمیں طور تھے
آپ ہی وہ پربھو ناتھ تھے آپ ہی وہ دور تھے
اُنکے تو بالپن ہی میں تیور کچھ اَور تھے
ایسا تھا بانسری کے بجیّا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیّا کا بالپن

(۸)
وہ بالپن میں دیکھتے جیدھر نظر اُٹھا
پتھر بھی ایکبار تو بن جاتا موم سا
اُس رُوپ کو گیانی کوئی دیکھتا جو آ
ڈنڈوت ہی وہ کرتا تھا ماتھا جھکا جھکا
ایسا تھا بانسری کے بجیّا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیّا کا بالپن

(۹)
پردادہ بالپن کا نہ کرتے اگر ذرا
بھاڑ اور پہاڑ دیتے سبھی اپنا سر جھکا
کیا تاب تھی جو کوئی نظر بھر کے دیکھتا
پر کون جانتا تھا جو کچھ اُنکا بھید تھا

ایسا تھا بانسری کے بجیّا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیا کا بالپن

(۱۰)
موہن مدن گوپال ہری بنس من ہرن
گردھاری نندلال ہری ناتھ گوردھن
بلہاری اُنکے نام پہ میرا یہ تن بدن
لاکھوں کیے بناؤ ہزاروں کیے جتن

ایسا تھا بانسری کے بجیّا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیا کا بالپن

(۱۱)
مدھوپری
پیدا تو مدن پُر میں ہوے شیام جی مُرار
نند اُنکو دیکھ ہووے تھا جی جان سے نثار
گوکل میں آکے نند کے گھر میں لیا قرار
دائی جسودا بنتی تھی پانی کو وار وار

ایسا تھا بانسری کے بجیّا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیا کا بالپن

(۱۲)
جب تک کہ دودھ پیتے رہے گوال برج راج
سُندر جو ناریاں تھیں وہ کرتی تھیں کام کاج
سبکے گلے کے کٹھلے تھے اور سب کے سر کے تاج
رسیا کا اُن دنوں تو عجب رس کا تھا مزاج

ایسا تھا بانسری کے بجیّا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیا کا بالپن

(۱۳)
بدشکل سے تو روکے سدا دور ہٹتے تھے
جن ناریوں سے اُنکے غم و درد بٹتے تھے
اور خوبرو کو دیکھ کے ہنس ہنس چمٹتے تھے
اُنکے تو دوڑ دوڑ کے گلے سے لپٹتے تھے

ایسا تھا بانسری کے بجیّا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیا کا بالپن

(۱۴)
اب گھٹنیوں کا اُنکے میں چلنا بیاں کروں
یا میٹھی باتیں مُنہ سے نکلنا بیاں کروں

یا بالکوں کی طرح پلنا بیاں کروں　یا گودیوں میں اُنکا مچلنا بیاں کروں　اچھلنا

ایسا تھا بانسری کے بجیا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیا کا بالپن

(۱۵) پاؤں پکڑ کے چلنے لگے جب مدن گوپال　دھرتی تمام ہوگئی اک آن میں نہال
باسک چران چھوؤں کو چلے چھوڑ کر نہال　آکاس پر بھی دھوم مچی دیکھ اُنکے حال

ایسا تھا بانسری کے بجیا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیا کا بالپن

(۱۶) تھی انکی چال کی تو عجب یارو چال ڈھال　پاؤں میں گھنگرو باجتے سر پر جھنڈولے بال
چلتے ہمک ہمک کے جو وہ ڈگمگاتی چال　تھامیں کبھی جسودا کبھی نندلیں سنبھال

ایسا تھا بانسری کے بجیا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیا کا بالپن

(۱۷) پہنے جھگا گلے میں جو وہ دکھنی چیر کا　گہنے میں بھر رہا گویا لڑکا امیر کا
جاتا تھا ہوش دیکھ کے شاہ و وزیر کا　میں کسطرح کہوں اسے چھورا اہیر کا

ایسا تھا بانسری کے بجیا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیا کا بالپن

(۱۸) جب پاؤں چلنے لاگے بہاری نولکشور　ماکھن اُچکے ٹھہرے ملائی دہی کے چور
مُنھ ہاتھ دودھ سے بھرے کپڑے بھی شور بور　ڈالا تمام برج کی گلیوں میں اپنا شور

ایسا تھا بانسری کے بجیا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیا کا بالپن

(۱۹) کرنے لگے یہ دھوم جو گردھاری نندلال　اک آپ اور دوسرے ساتھ اُنکے گوال بال
ماکھن دہی چرانے لگے سب کے دیکھ بھال　دی اپنے دودھ لا چوری کی گھر گھر میں دھوم ڈال